1084

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 13-اکتوبر 2006

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ جات خزانہ اوراوقاف)

1۔ نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

2۔ غیر نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

سرکاری کارروائی

عام بحث

3۔ پنجاب میں اشیائے ضروریہ کی قیمتوں پر عام بحث (۔۔۔ جاری)

4۔ امن عامہ پر عام بحث

1086

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا چھبیسواں اجلاس

جمعتہ المبارک، 13-اکتوبر 2006

(یوم الجمع، 19-رمضان المبارک 1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 9 بج کر 16 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری عبدالماجد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ

اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ
اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ
شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا
الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

سُوْرَۃُ الحَجّ آیت 78

اور خدا (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین کی (کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔ (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اُسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں۔ اور تم لوگوں کے مقابلے میں شاہد اور نماز پڑھو

اور زکوٰۃ دو اور خدا کے دین کی (رسی کو) پکڑے رہو۔ وہی تمہارا دوست ہے۔ اور خوب دوست اور خوب مددگار ہے(78)

وما علینا الا البلاغo

سوالات

(محکمہ جات خزانہ اور اوقاف)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج محکمہ اوقاف سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے لیکن اس سے پہلے محکمہ خزانہ سے متعلق کل کے ایجنڈا سے متعلق چار سوالات take up کئے جائیں گے۔ ملک محمد اقبال چنڑ صاحب کا سوال ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 4736، جناب والا! اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

بنکوں کے زرعی اور صنعتی قرضوں کے مارک اپ میں تفریق کا جواز

*4736: **ملک محمد اقبال چنڑ:** کیا وزیر خزانہ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اعلان کیا تھا کہ کسانوں کو صوبہ کے زیر انتظام بنکوں سے قرضہ جات سات فیصد مارک اپ سے جاری کئے جائیں گے؟

(ب) اس سلسلہ میں محکمہ خزانہ نے کیا اقدامات اور ہدایات صوبے کے بنکوں کو جاری کی ہیں؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ وزیر اعلیٰ کے احکامات کے باوجود صوبے کے متعلقہ بنک ابھی تک کسانوں کو گیارہ فیصد مارک اپ پر قرضہ جات جاری کر رہے ہیں جبکہ یہی قرضہ جات صنعتوں کے لئے پانچ فیصد پر جاری کئے جا رہے ہیں؟

(د) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو اس دوغلی پالیسی کی وجوہات کیا ہیں نیز وزیر اعلیٰ کے احکامات پر عملدرآمد نہ کروانے والے محکمہ خزانہ کے افسران کون ہیں اور کب تک وزیر اعلیٰ کے احکامات پر عملدرآمد ہو جائے گا؟

وزیر خزانہ:

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) تمام بنک اور مالیاتی ادارے براہ راست سٹیٹ بنک آف پاکستان کی ریگولیشنز کے مطابق

کام کرتے ہیں اور محکمہ خزانہ پنجاب کا اس میں براہ راست کوئی کردار نہ ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے۔

(د) جواب جز (الف)، (ب) اور (ج) میں دیا جا چکا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہاں پر بزنس اور انڈسٹریز کے لئے جو قرضے دیئے جاتے ہیں وہ بڑی کم شرح سود پر دیئے جاتے ہیں۔ export finance or re-financing کے لئے بزنس مین یہ کرتا ہے کہ four percent پر لے کر 11 یا 14 فیصد پر بنک میں رکھ دیتا ہے۔ جناب! کاٹن تو زمیندار پیدا کرتا ہے جو کہ 19/20 فیصد سود پر loan لیتا ہے تو یہ تفریق کیوں ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ صاحب!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ بات بالکل درست ہے کہ اگر ہم انڈسٹری یا بزنس کے کسی بھی قرضے کو agriculture سیکٹر سے compare کریں تو agriculture سیکٹر کو نسبتاً مہنگے rates پر قرضہ دیا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے زرعی سیکٹر کی documentations نسبتاً درست نہ ہے۔ اس میں بنک کا رسک زیادہ involve ہوتا ہے۔ دوسرا ایک زرعی قرضہ دینے کے لئے بنک کے over head charges انڈسٹریل قرضہ دینے کی نسبت زیادہ لگتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ تفاوت اور تفریق ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ خود concede کر گئے ہیں کہ زمیندار کو زیادہ شرح سود پر قرضہ دیا جاتا ہے۔ زمیندار کی recovery تقریباً 90 فیصد سے زیادہ ہوتی ہے۔ آگے ایک سوال آ رہا ہے جس میں بتایا گیا ہے Business Communities اور Industrialists اربوں روپے قرضہ لے کر write off بھی کروا چکے ہیں۔ جتنا یہ write off کروا چکے ہیں اتنا تو زمیندار کو total قرضہ ہی نہیں دیا گیا۔ یہ اس کی وضاحت فرمائیں کہ recovery کس کی زیادہ ہے آیا زمیندار سے زیادہ recovery ہوتی ہے یا کہ بزنس کیمونٹی سے ہے؟ اگر بزنس کیمونٹی کی recovery بھی کم ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ documentation ان کی ٹھیک نہیں ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! recoveries کی percentages کے متعلق میں off hand نہیں بتا سکتا کہ کون سا سیکٹر کتنی recovery دے رہا ہے۔ چونکہ یہ بات اس سوال میں نہیں پوچھی گئی

تھی۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی بات درست ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ درست نہ ہو۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور زراعت پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے تو کیا حکومت کوئی ایسی پالیسی بنانا چاہتی ہے کہ مل مالکان کی نسبت زمیندار، کسان کو کم شرح سود پر اور زیادہ نرم شرائط پر قرضہ جاری کیا جا سکے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں ایوان کی یاد دہانی کے لئے عرض کرتا چلوں کہ جس وقت موجودہ سیاسی حکومت آئی تھی تو ہم نے free education کے بعد سب سے پہلا فیصلہ یہ کیا کہ ساڑھے بارہ ایکڑ تک زرعی ٹیکس معاف کر دیا۔ ہمارے آنے سے پہلے بنک آف پنجاب زمینداروں سے جس شرح پر interest charge کر رہا تھا وہ تقریباً 13 یا 14 فیصد کے قریب تھا۔ موجودہ حکومت زمیندار کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دینے کی خاطر اسے گھٹا کر single digit تک لے آئی۔ ایک دوسرا اہم aspect یہ ہے کہ اس رسک element کو cover کرنے کے لئے بورڈ آف ریونیو computerization of land record کر رہا ہے جس سے بنک کو نسبتاً زیادہ comfort available ہوگا جو کہ آج وہ lack کرتے ہیں اور وہ بہت زیادہ shy ہوتے ہیں کہ زرعی شعبے میں loaning کریں۔

حاجی محمد اعجاز: میں وزیر موصوف کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے ریلیف دیا لیکن بات یہ ہے کہ آج بھی جو قرضہ مل مالکان لے رہے ہیں اس میں اور کسان کو ملنے والے قرضہ میں بہت فرق ہے۔ کسان آج بھی زیادہ شرح سود ادا کر رہا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ کوئی ایسی پالیسی بنائیں کہ جس سے کسان کو ریلیف مل سکے۔ ہمارے پڑوس میں انڈیا کے پنجاب کا علاقہ ہے وہاں حکومت کسانوں کو مفت بجلی مہیا کر رہی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! صوبے کے تمام لوگوں نے اخبارات میں یہ پڑھا تھا جب وزیر اعلیٰ نے یہ کہا تھا کہ ہم کسانوں کو 7 فیصد شرح سود پر قرضے جاری کریں گے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جو کمرے کے اندر بیٹھ کر کی گئی ہو۔ ان کا یہ بیان باقاعدہ اخبارات کی سرخیاں بنا۔ جز (الف) میں ان سے یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے اعلان کیا تھا کہ

کسانوں کو صوبہ کے زیر انتظام بنکوں سے قرضہ جات 7 فیصد مارک اپ سے جاری کئے جائیں گے؟ اس کا جواب انھوں نے یہ دیا ہے کہ "درست نہ ہے" وزیر موصوف ذرا اس کی تفصیل بیان کر دیں کہ کیا وزیر اعلیٰ نے ایسا کوئی بیان دیا ہی نہیں تھا؟

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے بنک اور زرعی قرضے کے حوالے سے یہ statement ضروری تھی کہ agricultural mark up کو گھٹایا جائے گا اور اسے singledigit کیا جائے گا۔ جہاں تک 7 فیصد کا تعلق ہے یہ درست نہ ہے۔ انھوں نے 7 فیصد کا اعلان نہیں کیا۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! کیا حکومت وزیر اعلیٰ کے اس بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے مارک اپ کو مزید کم کرنے کے لئے تیار ہے؟

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! آج کے نہیں بلکہ ایک پرانے questions day پر میں نے گزارش کی تھی کہ زرعی بنک سٹیٹ بنک کے ماتحت ہیں۔ سٹیٹ بنک ان کی controlling authority ہے، حکومت پنجاب اس میں directly مداخلت نہیں کر سکتی۔ حکومت کے نمائندے بنک کے بورڈ میں ضرور ہوتے ہیں۔ انھیں گورنمنٹ کے اس concern کا بخوبی احساس ہے کہ گورنمنٹ زمینداروں کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دینا چاہتی ہے اور اس چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ اپنے profit margin کو reduce کرتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: مختصراً بات کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ کیا حکومت وزیر اعلیٰ پنجاب کے اعلان کے مطابق عمل کرنا چاہتی ہے؟

وزیر خزانہ: جی ہاں، یقیناً کرنا چاہتی ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف کی توجہ چاہوں گا۔ Industrialists اور کسانوں کے درمیان disparity ہے۔ آپ آئین کے آرٹیکل 25 کو دیکھیں اس میں بڑا clear ہے کہ:

> 25(1) All citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law.

تو یہ اس کی کیوں violation کر رہے ہیں؟ آئین میں یہ ہے کہ آپ نے سب کو equal rights اور equal protection دینی ہے تو Why the farmers are not given equality?

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! رانا صاحب نے جو آئین کا آرٹیکل 25 quote کیا ہے وہ بالکل درست ہے

لیکن کمرشل آرگنائزیشنز کو سب سے پہلے اپنے آپ کو safeguard کرنا ہوتا ہے۔ میں repeat کروں گا کہ ہم اس طرف جا رہے ہیں، computerization of land record کر رہے ہیں، ہم بنک کو اس shyness سے نکال رہے ہیں، نہ صرف حکومت پنجاب کے بنکوں کو بلکہ تمام مالیاتی اداروں، لیزنگ کمپنیوں اور فنانشل انسٹیٹیوشنز کو اس shyness سے نکال رہے ہیں تاکہ وہ جس طرح ایک کمرشل ادارے، بزنس کمیونٹی کو loan lending کرتے ہیں likewise وہ زرعی شعبے کو بھی کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال شیخ عزیز اسلم صاحب کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 6860 ہے اور اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

پنجاب بنک میں بھرتی کی تفصیل

*6860: شیخ عزیز اسلم: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) 2004 سے آج تک پنجاب بنک میں کتنے افراد بھرتی ہوئے، ان کے نام، پتا جات، عہدہ اور موجودہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) کیا بھرتی سے پہلے بھرتی پر پابندی ختم ہو چکی تھی، اگر بھرتی پر پابندی ختم ہو چکی تھی تو تاریخ اور اخبار کا نام بتایا جائے؟

وزیر خزانہ:

(الف) یکم جنوری 2004 سے 17-اکتوبر 2005 تک بھرتی ہونے والوں کی تعداد 547 ہے، تفصیل جھنڈی (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) بنک کی بھرتی پر کبھی پابندی نہیں لگی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ یکم جنوری 2004 سے 17-اکتوبر 2005 تک بھرتی ہونے والوں کی تعداد 547 ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ تقریباً ایک سال میں بنکوں میں جو بھرتی ہوئی ہے اس کا طریق کار کیا تھا اور سلیکشن کمیٹی میں کون لوگ موجود تھے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! 2004 سے لے کر 2006 تک بنک میں ٹوٹل 1066 لوگ بھرتی کئے گئے۔ مختلف کیڈرز کے لئے مختلف selection criteria ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ایڈمنسٹریٹو اسسٹنٹ کی پوسٹ ہے جس پر سب سے زیادہ 311 لوگ بھرتی کئے گئے۔ اس کی کم از کم تعلیم گریجوایشن ہے۔ جس بچے نے گریجوایشن کی ہو وہ ادھر apply کر سکتا ہے اس کے بعد اس کا written test ہوتا ہے۔ اگر وہ written test میں چالیس فیصد نمبر حاصل کر لے تو پھر ایک Human Resource Committee ہے جو اس کا انٹرویو کرتی ہے۔ اگر وہ انٹرویو کے مرحلے سے پاس ہو جائے تو پھر اسے ملازمت offer کی جاتی ہے۔ ہمارے جو AAA ہیں جنھیں ہم ایڈیشنل ایڈمنسٹریٹو اسسٹنٹ کہتے ہیں ان کے لئے کوالیفکیشن تو BA ہی ہے لیکن ان کو ٹیسٹ میں کم از کم پچاس فیصد نمبر حاصل کرنا ہوتے ہیں پھر انھیں اسی process سے گزرنا ہوتا ہے بلکہ میں correct کرتا ہوں کہ AAA کی کم از کم کوالیفکیشن ایف اے ہے ٹیسٹ میں پچاس فیصد نمبر لیں گے پھر کمیٹی کے سامنے انٹرویو میں آئیں گے۔ ہم نے جو ایڈیشنل ایڈمنسٹریٹو اسسٹنٹ بھرتی کئے ہیں ان کی تعداد تقریباً 158 ہے۔ لہذا مختلف پوسٹوں کا مختلف criteria ہے اگر یہ کوئی specific post بتائیں تو میں اس کی تفصیل بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وزیر صاحب نے بڑی وضاحت فرمائی ہے کہ اسسٹنٹ کے لئے یہ کوالیفکیشن چاہئے اور اتنے marks چاہئیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے جو چیئرمین بنک آف پنجاب لگانا ہے اس کے لئے بھی کوئی criteria ہے، کیا وہ بھی ایڈورٹائز کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے بات مکمل کر لینے دیں۔ جن لوگوں کا ایک دن کا بھی banking experience نہیں ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کا سوال آ گیا ہے اب اس کا جواب آنے دیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جی، درست ہے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! رانا آفتاب احمد خان صاحب کا خیال کم از کم بنک آف پنجاب کے متعلق قطعی طور پر درست نہ ہے۔ ہماری جو ایگزیکٹو یا سینئر پوسٹس ہیں ان کے لئے بھی کم از کم criteria تجربہ اور سابقہ ریکارڈ کو ضرور مد نظر رکھا جاتا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! بنک آف پنجاب کے چیئرمین سابق چیف سیکرٹری حفیظ اختر رندھاوا، سابق وفاقی سیکرٹری شہزاد حسن پرویز ان کا کیا banking experience ہے؟ His administrative experience has nothing to do with professional experience.

جناب سپیکر: رانا صاحب! اب تو وہ نہیں ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وہ کیسے لگائے گئے۔ کیا ان کو معاف کر دینا ہے۔ آپ ان کو دس دس لاکھ کے benefits اور packages دیتے رہے ہیں۔ میرا سوال بڑا valid ہے کہ آپ ایک کلرک کے لئے کوالیفکیشن رکھتے ہیں، اسے trained کرتے ہیں مگر ایک آدمی جس کا ایک دن کا بھی banking experience نہیں ہے لیکن آپ اسے صرف oblige کرنے کے لئے دس دس لاکھ کا package دیتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ کیا یہ درست ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ چیئرمین بنک آف پنجاب ایک ceremonial post ہے اس کو بنک کے معاملات میں day to day interfere نہیں کرنا ہوتا۔ بنک کے تمام معاملات کو دیکھنے کے لئے ہمارا ایک professional President ہوتا ہے جسے پہلے ایم ڈی کہتے تھے لیکن اب اسی اسمبلی نے اس کا nomenclature change کیا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ خود ہی مان گئے ہیں کہ ceremonial ہے۔ تو جو صرف ceremonial post ہے جس کا کوئی کام بھی نہیں ہے آپ اسے دس لاکھ دے رہے ہیں۔ کیا یہ بنک سے زیادتی نہیں ہے؟ دریشک صاحب For God sake try to appreciate what I am saying? آپ خود کہہ رہے ہیں کہ اس آدمی کا کوئی کام نہیں ہے آپ اسے دس لاکھ روپے دے رہے ہیں حالانکہ کام نیچے والے نے کرنا ہے تو اس میں کیا logic ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ وہ چیئرمین حکومت پنجاب کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں اور حکومت پنجاب کے interest کو look after کر رہے ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! مجھے سکندر مرزا کے دور کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ میں یہ عرض کر کے ضمنی سوال کروں گا۔ سکندر مرزا کا ایک دوست بے روزگار تھا اور اس وقت سکندر مرزا ملک کے wholly solely تھے۔ وہاں پر Pearl Continental ہوٹل فروخت ہو رہا تھا تو سکندر مرزا صاحب نے اپنے دوست سے فرمایا کہ یہ ہوٹل تم لے لو تو اس نے کہا کہ میرے پاس تو کوئی پیسا نہیں ہے۔ تو سکندر مرزا نے نیشنل بنک کو کہا کہ اس کو قرضہ دے دو۔ بنک نے صدر کے اشارے پر اس کے بے روزگار دوست کو قرضہ دے دیا اور وہ ہوٹل کا مالک بن گیا۔ بنک آف پنجاب پروفیشنل بنک ہے---

جناب سپیکر: بگو صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں نے دریشک صاحب سے پوچھا تھا کہ انھوں نے جو سلیکشن کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ انھوں نے جو 547 آدمی سلیکٹ کئے ہیں اس سلیکشن کمیٹی میں کون کون سے لوگ تھے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! کس کس گریڈ کے لئے سلیکشن کمیٹی کے کون کون ممبرز ہیں میں ابھی ایک منٹ کے بعد اس کی انفارمیشن ہاؤس میں بتا دوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں صرف ایک correction کرنا چاہتا ہوں۔ رانا آفتاب صاحب نے فرمایا تھا کہ چیئرمین کو دس دس لاکھ روپیہ دیا جاتا ہے اور یہ بنک پر بوجھ ہے۔ تو بدقسمتی سے یہ معلومات بھی درست نہ ہیں بلکہ چیئرمین کو صرف -/70,000 روپیہ دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ دس لاکھ روپے بنتا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ سوال گزر گیا ہے لہذا اب اسے discuss نہیں کرنا چاہئے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ جو باقی facilities دیتے ہیں جن میں گاڑی، کوٹھی، کرایہ، ٹی اے / ڈی اے اور یہ دس لاکھ بنتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: اگلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 7905 اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

دی بنک آف پنجاب 2002 تا حال، ڈیفالٹرز کی تعداد و تفصیل

*7905: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2002 سے آج تک دی بنک آف پنجاب نے جن افراد کا قرضہ معاف کیا ہے ان کی تفصیل دی جائے؟

(ب) اس عرصہ کے دوران کتنے افراد کا قرضہ ری شیڈول کیا گیا ہے؟

(ج) اس وقت بنک کے defaulters کی تعداد مع رقم کی تفصیل دی جائے؟

(د) ضلع پاکپتن میں موجودہ ڈیفالٹرز کی رقم اور نام و پتاجات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر خزانہ:

(الف) یکم جنوری 2002 سے 30-جون 2006 تک بنک آف پنجاب نے جن افراد کا قرضہ معاف کیا ان کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس عرصہ کے دوران 16 افراد کا قرضہ ری شیڈول کیا گیا ہے جس کی تفصیل تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) 30-جون 2006 تک بنک آف پنجاب کے ڈیفالٹرز کی تعداد 2,590 ہے اور اس مد میں جو رقم بنتی ہے وہ 1580.546 ملین روپے بنتی ہے جس کی تفصیل تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ضلع پاکپتن میں موجود ڈیفالٹرز کی رقم اور نام وپتا جات کی تفصیل تتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے جواب میں تسلیم کیا ہے کہ ہم نے قرضے write off کئے ہیں اور اس کی تفصیل تتمہ (ج) میں رکھی ہے۔ تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ زرعی قرضے کس بنیاد پر write off کئے گئے ہیں، write off کرنے کا کیا criteria ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! جتنے بھی یہ کیسز ہیں ان تمام کو case to case basis پر دیکھا گیا اور ہم نے جن لوگوں کو قرضہ دیا ہوا تھا۔ اگر ان کی capacity ختم ہو گئی تھی یا بنک نے یہ محسوس کیا کہ اب ان میں بالکل کوئی جان نہیں ہے اور ہمیں ان سے کوئی ریکوری نہیں ہو سکتی تو ان کو write off کیا گیا۔ ہر کیس کے individual merits and demerits ہیں لیکن اگر یہ کسی specifically case کے متعلق پوچھنا چاہیں تو مجھے بتادیں میں اس کی مکمل وضاحت دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہاں پر فوجی سیمنٹ پلانٹ ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ اس وقت ملک میں سیمنٹ کس طرح بک رہا ہے اور کس طرح بلیک ہو رہا ہے۔ انھوں نے ان کو کس بنیاد پر قرضہ write off کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! فوجی سیمنٹ کسی ایک individual کی ملکیت نہیں ہے۔ یہ فوجی فاؤنڈیشن کا ایک ادارہ ہے۔ انھوں نے 1993 میں بنک آف پنجاب سے 22 کروڑ روپیہ قرضہ لیا۔ پھر 2006 میں انھوں نے اپنی settlement کروائی۔ یہ اپنا سو فیصد principal amount ادا کر چکے ہیں۔ جہاں تک mark up تھا اس کے 50/50 کے دو portions بنائے گئے۔ 2006 میں قرضہ ہوا اور 2012 تک re-schedule کیا گیا۔ 50 فیصد frozen mark up تھا اور 50 فیصد ہمیں ساتھ ساتھ pay کر رہے تھے۔ اس ادارے نے آکر بنک سے رابطہ کیا کہ میں آپ کا

کھاتہ مکمل صاف کرنا چاہتا ہوں۔ تو ہمیں جو رقوم 2012 میں ملنی تھیں ان کو net present value and discounted rates پر calculate کیا گیا اور ان کو پانچ کروڑ روپیہ چھوڑا گیا جو کہ چھ یا سات سال بعد وصول کرنا تھا۔ ہم ان سے سو فیصد principal amount اور اپنا interest بھی وصول کر چکے ہیں۔ لہذا اس write off کو اس طرح نہ لیا جائے کہ principal amount بھی ختم ہو گئی اور interest بھی ختم ہو گیا اور بنک نے ایک دھیلہ بھی وصول نہیں کیا۔ ہم most of the cases میں principal amount وصول کر چکے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! ارشد بگو صاحب نے جو کمیٹی پوچھی تھی اس کے پانچ ممبرز ہیں جو انٹرویو کرتے ہیں۔ ان میں جی۔ایم ایڈمنسٹریشن، جی۔ایم آپریشن، جی۔ایم liability development، جی۔ایم commercial assists، جی۔ایم پروڈکشن / سمال اینڈ میڈیم انٹرپرائزز۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سرخرو اعوان: جناب سپیکر! کچھ لوگوں کے قرضے write off کئے جاتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو قرضہ write off کیا جاتا ہے اس کے بارے میں rules کیا کہتے ہیں، کیا قرضہ write off کرنے کی اجازت ہے اگر ہے تو اس کا مجاز کون ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یقیناً write off کرنے کے rules ہیں۔ اگر معزز رکن چاہیں گے تو rules کی کاپی ان کو مہیا کر دی جائے گی اور قرضے write off کرنے کا مجاز بورڈ آف ڈائریکٹر ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بنک نے قرضہ advance کرنا ہوتا ہے۔ بنک کا یہ بزنس ہے جو لوگ default کر جائیں یا جو bad debts ہوں تو ان کو کچھ نہ کچھ رقم یا interest چھوڑ کر ان سے وصولی کی جاتی ہے۔ کیا یہ جو فوجی سیمنٹ فیکٹری ہے یہ کوئی ایسی فیکٹری تو نہیں ہے جو insolvent ہو گئی تھی یا دیوالیہ ہو گئی تھی جس کی بنیاد پر انہوں نے اس کو پانچ کروڑ روپیہ چھوڑا اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے پرنسپل رقم وصول کی ہے۔ ان سے پیسے لے کر بھی انہوں نے آگے کسی کو loan

advance کرنا ہے۔یہی بنکوں کا طریق کار ہے اور اسی سے وہ بزنس کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا! میں اپنی بات دہراتا ہوں بنک نے فوجی سیمنٹ کمپنی سے settlement کیا کہ آپ کا قرضہ ہم نے 2012 تک re-schedule کیا ہے، 50 فیصد interest آپ کا frozen ہے جو آپ ہمیں 2012 میں ادا کرو گے اور 50 فیصد آپ ہمیں ساتھ ساتھ ادا کرتے جائیں گے تو جو ساتھ ساتھ ادا کرنا تھا وہ ہمیں ادا ہو رہا تھا۔ ادارے نے ہم سے یعنی بنک آف پنجاب سے رابطہ کیا اور ان سے کہا کہ ہم 2012 تک آپ کی re-scheduling نہیں چاہتے آپ ہم سے settlement کریں۔ جس وجہ سے بنک نے ایک چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ A bird in hand is better than two in bush. اپنی settlement کی کہ کل فیکٹری کے کیا حالات ہوں وہ crisis میں نہ ہو تو اس وجہ سے انہوں نے اپنے interest کو دیکھتے ہوئے یہ write off کیا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال میاں محمد اصغر صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! سوال نمبر 8179 On his behalf

پنجاب بنک کے زرعی قرضہ جات پر مارک اپ میں اضافہ

*8179: میاں محمد اصغر: کیا وزیر خزانہ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبائی اسمبلی پنجاب میں قرار داد پاس ہونے پر پنجاب بنک نے ٹریکٹر لون سے کم کر کے 10 فیصد اور کھاد بیج کے لئے قرضہ 9 فیصد سے ساڑھے آٹھ فیصد کر دیا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت کے احکامات پر پنجاب بنک نے قرضہ پر مارک اپ تو کم کر دیا مگر اس کے ساتھ ہی ٹریکٹر لون پر ایک فیصد سروس چارجز اور کھاد بیج قرضہ پر 0.50 فیصد سروس چارجز لگا کر حساب برابر کر دیا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اب اس بنک نے قرضوں پر مارک اپ کی شرح کراچی آفر ریٹس کے ساتھ relate کر دی ہے اور زمینداروں سے 14 فیصد مارک اپ وصول کر رہا ہے جبکہ سروس چارجز اس کے علاوہ ہیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس بنک نے قرضہ پر انشورنس ریٹ بھی عمر کے مطابق کر دیئے ہیں اور ان کی شرح بھی بڑھا دی ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب بنک اب تمام مارک اپ ملا کر زمینداروں سے قرضہ پر تقریباً24 فیصد کے قریب مارک اپ وصول کر رہا ہے؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ زمینداروں سے قرضہ پر کراپ انشورنس اور لائف انشورنس زبردستی کروائی جاتی ہے؟

(ز) کیا حکومت پنجاب بنک کے زمینداروں سے قرضہ پر زیادہ مارک اپ کے ریٹ کم کرنے اور crop انشورنس اور لائف انشورنس کی شرائط لازمی کی بجائے زمینداروں کی صوابدید پر چھوڑنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خزانہ:

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) ہاں یہ کہنا درست ہے کہ بنک نے اپنے مارک کی شرح کو KIBOR سے منسلک کر رکھا ہے جو سٹیٹ بنک آف پاکستان کے بی پی ڈی سرکلر نمبر1 بتاریخ 24-01-04 کے مطابق ہے اور سروسز چارجز اس کے علاوہ ہیں۔

(د) یہ درست نہ ہے۔

(ہ) یہ درست نہیں ہے۔

(و) لائف انشورنس اور گروپ انشورنس مروجہ پالیسی کے تحت لازم ہے۔

(ز) بنک آف پنجاب باقی تمام بنکوں کے تحت سٹیٹ بنک کی پالیسی کے تابع ہے اور اس کو ایک منافع بخش ادارہ رہنے کا مکمل حق حاصل ہے۔ مارک اپ ریٹ میں اضافہ سٹیٹ بنک کی مانیٹری پالیسی کے تحت ہو رہا ہے۔ اگر بنک آف پنجاب قرضوں کی شرح سود میں کمی کرتا ہے تو اس کو اپنے کھاتہ داروں کو مناسب منافع دینے میں دشواری کا سامنا ہو گا۔ البتہ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا کہ زرعی قرضوں میں بنک آف پنجاب کے قرضوں کی شرح سود/مارک اپ دیگر بنکوں کے مقابلے میں ہو۔ لائف انشورنس اور گروپ انشورنس مروجہ پالیسی کے تحت لازم ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان: اس کے جز (الف) میں سوال یہ تھا کہ صوبائی اسمبلی پنجاب کی قرارداد میں پاس ہونے پر پنجاب بنک نے ٹریکٹر loan گیارہ فیصد سے کم کر کے دس فیصد اور کھادبیج کے لئے loan نو فیصد سے ساڑھے آٹھ فیصد کر دیا۔ ہمیں تو یہی علم ہے اور اخبارات میں پڑھنے کو بھی یہی ملا کہ واقعی حکومت پنجاب نے اس loan پر interest کم کر دیا ہے۔ انہوں نے صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ درست نہ ہے تو یہ اتنا فرمادیں کہ پھر درست ہے کیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا! اس میں جو پہلا component ہے کہ پنجاب اسمبلی میں قرارداد پاس ہونے پر، پنجاب اسمبلی میں اس قسم کی کوئی قرارداد پاس نہ ہوئی۔ اگر وہ قرارداد ہی پاس نہ ہوئی تو آگے interest rate کم کرنے یا اسمبلی کی قرارداد پر کوئی ایکشن لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر معزز رکن current rates ---

رانا ثناء اللہ خان: اگر اسمبلی کی قرارداد کے پاس ہونے پر جتنا یہ عمل کرتے ہیں وہ تو سب کو معلوم ہے۔ شرح سود کو کم کرنے کے لئے اس معزز ایوان میں متعدد بار یہ بات ہوئی ہے اور یہ یقین دہانی بھی کروائی جاتی رہی ہے۔ اب بات یہ ہے کہ پنجاب بنک نے ٹریکٹر loan گیارہ فیصد سے کم کر کے دس فیصد اور کھادونیج پر نو فیصد سے کم کر کے ساڑھے آٹھ فیصد کر دیا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ درست نہ ہے۔ یہ فرمادیں کہ ٹریکٹر loan پر اس وقت شرح سود کیا ہے اور کھادبیج پر جو بنک قرضہ دے رہا ہے اس کی شرح سود کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا! ہمارے جو production loans ہیں اس وقت جو مروجہ شرح سود ہے 14.4 فیصد ہے اور ڈویلپمنٹ loan پر 14.9 فیصد ہے۔ پروڈکشن loan سے مراد جو inputs ہیں جیسے کھادبیج ہیں اور ڈویلپمنٹ loan اور implement جس میں ٹریکٹر، ہارویسٹر اور اس قسم کی چیزیں شامل ہیں۔

جناب سپیکر: رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا! اس میں سروسز چار جز شامل ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: اس میں KIBOR اور سروسز چارجز اور cost of doing business of bank تمام چیزیں شامل ہیں۔

جناب سپیکر: راناصاحب!

راناثناء اللہ خان: جناب والا! جو غریب کسان کو کھاد اور بیج کے لئے قرضہ دیا جاتا ہے اس پر شرح سود 14 فیصد سے زیادہ ہے اور یہ جو کہہ رہے ہیں کہ ہم پنجاب میں گرین انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ اس کی شرح سود بھی 14 فیصد سے زیادہ ہے جبکہ انڈسٹری کا جو قرضہ ہے اس پر شرح سود پانچ فیصد ہے۔ اب جز (ج) میں سوال یہ تھا کہ بنک نے قرضوں پر مارک اپ کی شرح کراچی آفر ریٹ کے ساتھ relate کرلی ہے اور زمینداروں سے 14 فیصد مارک اپ وصول کیا جارہا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ ہاں یہ درست ہے کہ بنک نے اپنے مارک اپ کی شرح کو KIBOR سے منسلک کر رکھا ہے جو کہ سٹیٹ بنک آف پاکستان کے سرکلر کے مطابق ہے اور سروسز چارجز اس کے علاوہ ہیں۔ ابھی انہوں نے جز (الف) کے جواب میں کہا ہے کہ 14 پوائنٹ کچھ ہم لیتے ہیں اور سروسز چارجز اس میں شامل ہیں۔ جز (ج) میں یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے علاوہ ہیں۔ اب یہ فرمادیں کہ جو کراچی آفر ریٹ اور جو سروسز چارجز ہیں وہ کیا ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا! میں گزارش کرتا ہوں کہ جو میں نے percentage بتائی تھی 14.4 فیصد اس میں KIBOR جو کہ کل کا میں بتا سکتا ہوں کہ 10.46 فیصد تھا اور اس میں جو ہمارے سروسز چارجز ہیں وہ .5 فیصد ہیں۔ 14.4 میں سے 10.46 plus .5 اگر آپ minus کر لیں تو وہ باقی ہماری cost of doing business آجاتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

راناثناء اللہ خان: جناب والا! یہ ٹوٹل کتنا بنا؟

وزیر خزانہ: جناب والا! 14.4 بنا۔ میں ایک اور بات کی بھی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ 14.4 اور 14.9 فیصد میں نے دو مختلف agricultural loans کے متعلق بتایا ہے اور یہ جو figure quote کیا جارہا ہے کہ 5 فیصد پر انڈسٹری کو دیا جارہا ہے یہ قطعی طور پر درست نہ ہے۔ آج

جوprevailing rateہے وہ تقریباً13.9 فیصد ہے جس پرindustriesکوloanدیا جارہا ہے۔

13.9 percent on average ۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب والا!ایگریکلچر پر جوloan financeہو رہا ہے وہ کتنے فیصد پر ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا!averageکی میں نے بات کی ہے۔ صرف ہمارا جو زرعی شعبہ ہے اس میں بھی ہمارے20 productsچل رہے ہیں۔ ہمارے بیس مختلف طریقے ہیں جس سے کوئی زمیندارloan لے سکتا ہے اور ہر ایکproductکی مختلف شرح سود ہے۔

جناب سپیکر: جی،کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سر خرو اعوان: جناب والا!جب کوئیloanلیا جاتا ہے تو اس کی مارک اپ کی شرح طے ہوتی ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ بعد میں بنک اپنی مرضی سے اس کی شرح کو بڑھاتا رہتا ہے۔کیا یہ اسbasic agreementکی خلاف ورزی نہیں ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا!یہ اپنا سوالrepeatکر دیں میں سمجھ نہیں پایا۔

کرنل (ریٹائرڈ) سلطان سر خرو اعوان: جس وقت کوئی بندہ یا کوئی ادارہ قرضہ لیتا ہے تو اس کی جو شرح سود ہوتی ہے وہ طے ہوتی ہے کہ 8 فیصد پر دیا جارہا ہے۔ بعد میں بنک اس کو بڑھا کر نو فیصد یا دس گیارہ فیصد کر دیتا ہے۔ تو کیا بنک اس کا مجاز ہے بنکagreement کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔اس وقت بھی ایسا ہو رہا ہے۔ابھی میں آپ کو ذاتی طور پر بھی یہ بتا سکتا ہوں۔ میرے بھائی نے loanلیا ہوا تھا اور ابھی بنک نےinterestبڑھا دیا ہے جب پوچھا تو کہنے لگے ہم جب چاہیں بڑھا سکتے ہیں اور میں یہ بنک آف پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ ابھی انہوں نےrecentlyدو فیصد interestبڑھایا ہے۔

جناب سپیکر:KIBOR rateجوں جوں بڑھتا ہے اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جی،وزیر خزانہ!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا!اب ان کے پاس گیلری سے چٹ آ گئی ہے۔

وزیر خزانہ: یقیناً چٹ آئی ہے۔ جناب والا!KIBOR ہے Karachi inter branch offer rate سٹیٹ بنک نے تمام بنکوں کو instruct کیا ہوا ہے اور یہ جنوری 2004 میں سٹیٹ بنک نے سرکلر کیا تھا جس کا نمبر بھی ہمارے ایک سوال کے جواب میں ہے۔ جس طرح وہ KIBOR تبدیل ہوتا ہے تو accordingly بنک کا interest بھی تبدیل ہوتا ہے، 2004 میں اس کی شرح تقریباً چار فیصد تھی کل کے اس کے ریٹ 10.46 فیصد تھے تو accordingly اگر وہ کم ہوتا ہے تو شرح سود گھٹادی جاتی ہے اگر بڑھتا ہے تو بڑھادی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف کو گمراہی کے messages لابی سے آ رہے ہیں اور یہ ان کے مطابق سارا گڑ بڑ کر رہے ہیں۔ وہی 14.4 فیصد میں انہوں نے کراچی آفر ریٹ کو بھی شامل کر دیا ہے اور اس کے بعد سروسز چارجز کو بھی شامل کر دیا ہے۔ اب آخر میں یہ ہے کہ لائف انشورنس اور کراپ انشورنس جو ہے وہ کہتے ہیں کہ پالیسی کے مطابق ہم کرتے ہیں۔ یہ فرمائیں کہ یہ پھر کتنے فیصد cost کرتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ: جناب والا! جو کراپ انشورنس ہے اس کی prevailing شرح 1.2 فیصد اور لائف انشورنس کی 0.9 فیصد ہے۔

جناب سپیکر: جی، رانا ثناء اللہ خان!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! 14.9 فیصد اور پھر اس کے بعد 0.9 فیصد اور اس کے بعد دوبارہ 2 فیصد تو کیا یہ بات درست ہے کہ ایگریکلچر loan پر اس وقت غریب کسان سے 18 interest percent لیا جارہا ہے، کیا یہ درست ہے؟

MR. SPEAKER: Minister for Finance.

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر کوئی زمیندار production loan لے، production loan کی مد میں اس کو crop insurance کروانا پڑتا ہے تو وہ 14.4 فیصد + 1.2 فیصد + 0.9 فیصد اس کا ٹوٹل 16.5 فیصد بنتا ہے۔ میں یہاں ایک اور چیز بھی جناب کی وساطت سے بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے crop insurance کا ریٹ 2.25 فیصد سے گھٹا کر 1.2 فیصد کیا اور

life insurance 2 percent سے کم کرکے 0.9 فیصد کیا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، راناصاحب کافی ہو گیا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرا ان سے آخری سوال یہ ہے کہ زمیندار سے کھاد، بیج اور فصل کے حوالے سے جو اتنا زیادہ enhanced rate لیا جارہا ہے تو کیا وہ حکومت پنجاب کے ان دعوؤں سے مطابقت رکھتا ہے جو وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم کسان کے لئے بہت آسانیاں پیدا کر رہے ہیں؟

MR. SPEAKER: Minister for Finance.

وزیر خزانہ: جناب والا! یقیناً۔ جس طرح میں نے پہلے گزارش کی کہ crop insurance یا life insurance کا جو ریٹ گھٹایا گیا ہے یہ تمام وہ کوششیں ہیں جو زمیندار کو ریلیف دینے کے لئے کی جارہی ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انہوں نے کہا کہ 16.5 فیصد اس وقت interest لیا جارہا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ان کوششوں کا نتیجہ ہے جن سے ہم نے بہت کم کر دیا ہے، یہ فرمادیں پہلے کتنا تھا؟

MR. SPEAKER: Minister for Finance.

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں گزارش کرتا ہوں کہ جس وقت KIBOR 4 percent تھا تب ہم interest rate 10 percent charge کر رہے تھے آج KIBOR 10.46 percent ہے اور آج ہم 16.5 percent charge کر رہے ہیں تو اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہم زمیندار کو زیادہ سے زیادہ ریلیف دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا supplementary question یہ ہے کہ non agriculture development loans کے اوپر یہ ٹوٹل کتنا مارک اپ وصول کرتے ہیں؟

MR. SPEAKER: Minister for Finance.

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہ سوال چونکہ ایگریکلچر سے متعلقہ تھا میرے پاس non agriculture development کا interest rate نہ ہے۔

جناب سپیکر: ہاں یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں، پوائنٹ آف آرڈر سن لیں ذرا۔

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! آپ وجہ بتادیں۔ آپ سنیں بلوچستان اور سرحد میں ان کی حکومت ہے اور پنجاب میں بھی تقریباً بگو صاحب جناب سپیکر ہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ پورے سپیکر کے اختیارات بگو صاحب کے پاس ہیں، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ بگو صاحب سپیکر شپ سے استعفیٰ دیں، بلوچستان اور سرحد سے حکومت ختم کریں اور ہم گرینڈ الائنس بنا کر اس حکومت کے خلاف جدو جہد جاری کریں۔

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔ ارشد محمود بگو صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! ہمیں بھی ایک مطالبہ پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! چھوڑیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ جنرل پرویز مشرف کے ساتھ مذاکرات ختم کریں اور یہ مہربانی کریں اور جمہوری قوتوں کے ساتھ مل کر چلیں، آئی ایس آئی کے افسروں کے ساتھ، ان کے سینئر عہدیداروں کے ساتھ، صدر کے خاص نمائندوں کے ساتھ ملاقاتوں کا سلسلہ ختم کریں تاکہ جمہوریت مستحکم ہو سکے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! I am on point of clarification.

جناب سپیکر: جی، رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! احسان اللہ وقاص صاحب کی اطلاع کے لئے پاکستان پیپلز پارٹی نے چارٹر آف ڈیموکریسی سائن کیا ہے اس چارٹر آف ڈیموکریسی سے ہم رائٹ ہوں گے اور نہ ہم left ہوں گے۔ ہم جو کام کریں گے اس کے مطابق کریں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جب بھی محکمہ اوقاف کا Question Hour ہوتا ہے تو ہمارے محترم منسٹر شاہ صاحب ہاؤس سے بھاگ جاتے ہیں۔ طارق عزیز صاحب کا تعلق نارووال سے ہے انہوں نے ان کی سفارش کر کے منسٹر کروایا ہے جونہی Question Hour آتا ہے یہ ہاؤس سے بھاگ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری اپنے محکمے کے جوابات دینے کے لئے موجود ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری کو welcome، یہ منسٹر ہیں ان کی بھی ڈیوٹی ہے کہ وہ ہاؤس میں آئیں اور خود جواب دیں۔ جب بھی اوقاف کا Question Hour ہوتا ہے وہ یہاں سے رفوچکر ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں پارلیمانی سیکرٹری جواب دیں لیکن ان کو بھی پابند کریں وہ اوقاف کے منسٹر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! سارا وقت خزانے سے متعلقہ سوالات میں گزر گیا ہے اور باقی پوائنٹ آف آرڈر میں گزر گیا ہے۔ ہمارے تو سوال ہی بڑے لیٹ ہیں، مہربانی فرما کر آج کا سارا ایجنڈا pending کر کے کسی اور دن کے لئے رکھ لیں۔

جناب سپیکر: آپ ذرا راجہ صاحب کو سمجھا لیں نا۔ یہ question محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کی طرف سے ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! On her behalf Question No. 3546.

ضلع شیخوپورہ میں اوقاف کی اراضی اور لیز/ٹھیکہ لینے والے افراد کی تفصیلات

*3546: محترمہ صغیرہ اسلام: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کی کتنی زمین کس کس گاؤں اور قصبے میں ہے؟

(ب) کتنی زمین لیز پر اور کتنی ٹھیکے پر دی گئی ہے؟

(ج) لیز یا ٹھیکے پر لینے والے افراد کے نام، رقبہ اور مقام بیان کیا جائے؟

(د) غیر قانونی طور پر جن لوگوں نے قبضہ کیا۔کیاان کے خلاف کارروائی کی گئی ہے ؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کی زمین کی تفصیل گاؤں وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کی جو زمین لیزاور ٹھیکہ پر ہے،اس کی تفصیل مع زرپٹہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کی زمین لیزاور ٹھیکہ پر لینے والے افراد کے نام، رقبہ اور مقام کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) منسلکہ گوشوارہ میں وقف زرعی اراضیات پر ناجائز قابضین کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ صرف دو رقبہ جات پر ناجائز قابضین قابض ہیں۔ان قابضین کے خلاف کی گئی کارروائی کی تفصیل حسب شمار نمبر 7-12 کنال وقف اراضی ملحقہ نہال شاہ واقع غازی پورہ تحصیل فیروزوالہ ضلع شیخوپورہ پر اس وقت کے وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو کی غرباء کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنے کی سکیم کے تحت ڈپٹی کی معرفت 19 کوارٹرز تعمیر کر دیئے گئے جن پر گورنمنٹ کے الاٹی قابض ہیں۔ بہر حال ڈی سی او صاحب شیخوپورہ کی معرفت محکمانہ مفاد کے تحفظ کے لئے قبضہ واپس لینے کی کارروائی کی ہے۔ شمار نمبر 18 وقف اراضی ملحقہ خانقاہ نوکل شاہ موضع کوٹ سوہندا ضلع شیخوپورہ سے ملحقہ تقریباً دو ایکڑ رقبہ پر عرصہ دراز سے اوڈوں نے 127 گھر بنا رکھے ہیں۔ناجائز قابضین کو حسب ضابطہ وقف پراپرٹی 8 کے تحت بے دخلی نوٹس دیئے گئے لیکن قابضین نے کوئی پروانہ کی۔ چنانچہ زونل ایڈمنسٹریٹر لاہور نے ان لوگوں کی بے دخلی کے احکام جاری کر دیئے اور مزید کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔ شمار نمبر 49 وقف اراضی پنج پیراں موضع ہڈیالہ ورکاں تحصیل فیروزوالہ ضلع شیخوپورہ گزشتہ تین سالوں سے نیلام نہ ہو رہا ہے جو کہ اب برائے سال 2004-05 بڑی تگ و دو کے بعد گزشتہ تین سالوں کے پٹہ کی وصولی بذریعہ ایکٹ مال گزاری کے لئے کارروائی کی جارہی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!اس سوال کے جواب کے جز(د) میں کہا ہے کہ ناجائز قابضین کو حسب ضابطہ وقف پراپرٹی 8 کے تحت بے دخلی نوٹس دیئے گئے ہیں لیکن قابضین نے کوئی پروانہ

کی چنانچہ زونل ایڈمنسٹریٹر لاہور نے ان لوگوں کی بے دخلی کے احکام جاری کر دیئے اور مزید کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ میں یہاں گزارش کروں گا کہ جو نوٹس انہوں نے جاری کئے ہیں ان کی تاریخ اور بے دخلی کے احکامات کی تاریخ بتا دیں کہ انہوں نے کب نوٹس جاری کئے تھے اور کب بے دخلی کے احکامات جاری کئے ہیں۔

MR. SPEAKER: Parliamentary Secretary for Auqaf.

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ جہاں جہاں پر بھی ناجائز قابضین ہیں ہمارا محکمہ اس سلسلے میں بھرپور کوشش کرتا ہے اور جہاں ناجائز قابضین ہیں اس کے لئے باقاعدہ نوٹس دیئے گئے اور نوٹس دینے کے بعد ان کو بلایا گیا جو نہیں آئے ان کے خلاف ہم ڈی سی او صاحب کو لکھتے ہیں اور آگے ڈی سی او صاحب کو ان کی بے دخلی کے لئے پولیس کی مدد لینی پڑتی ہے، پولیس ساتھ جاتی ہے اگر پولیس بھی مدد نہ کرے تو ہمارے پاس ایسی کوئی فورس نہیں ہے تو اس سلسلے میں ہم نے سی ایم صاحب کو لکھ کر بھجوا دیا ہے کہ ہمیں ایسی فورس رکھنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہم انہیں بے دخل کر سکیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ جی۔ راجہ ریاض احمد صاحب!

راجہ ریاض احمد: جناب سپیکر! جز (ب) میں نمبر شمار 1 پر ہے، 218 کنال جگہ -/139,890 روپے میں لیز پر دی گئی ہے۔ اسی میں نمبر شمار 13 پر 431 کنال جگہ -/33000 روپے میں لیز پر دی گئی ہے۔ یہ فرق بتا دیں کہ 431 کنال جگہ 33 ہزار روپے میں لیز پر دی گئی ہے اور 218 کنال -/139,000 میں لیز پر دی گئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

MR. SPEAKER: Parliamentary Secretary for Auqaf.

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ جو بھی پراپرٹی کی نیلامی کی جاتی ہے وہ Open Auction سے ہوتی ہے۔ اس میں منیجر اور ایڈمنسٹریٹر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہوتی بلکہ سر عام ہوتی ہے اور پراپرٹی value کے تحت ہوتی ہے۔ کہیں پر پراپرٹی کی value زیادہ ہوتی ہے تو اس حساب سے زیادہ ہو جاتی ہے، کہیں پر پراپرٹی کی value کم ہوتی ہے تو وہاں پر صاف ظاہر ہے کم ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انھوں نے جواب میں فرمایا ہے کہ اراضی خانقاہ جھنڈے شاہ اور اراضی مسجد کھوکھراں والی کے مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ یہ کب سے زیر سماعت ہیں کیونکہ یہ تین سال پرانا سوال ہے۔ اس کو یہ update کر دیں کہ اس وقت کیا صورتحال ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! ان کی آئندہ پیشی 06-11-12 ہے جو کہ ابھی آنی ہے۔ یہ معاملہ کورٹ میں ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جو مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ ان میں آج تک کیا پیشرفت ہوئی ہے؟ سوال کئے ہوئے تین سال ہو گئے ہیں۔ ان تین سالوں میں یہ پیشرفت ہوئی ہے کہ وہ اگلی تاریخ بتا رہے ہیں کہ فلاں تاریخ ہے۔

جناب سپیکر: ابھی کیس زیر سماعت ہے اور فیصلہ نہیں ہوا۔ عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ!

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! جیسا کہ پہلے بھی ناجائز قابضین کے بارے میں سوال پوچھا گیا تھا اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے ہمیں پورا پروسیجر سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے پروسیجر نہیں پوچھا تھا۔

جناب سپیکر! یہاں پر تین باتیں ہیں۔

1- ڈی سی او صاحب نے محکمانہ مفاد کی خاطر کوارٹروں کا قبضہ واپس لینے کی کارروائی کی ہے۔

2- زونل ایڈمنسٹریٹر لاہور نے بیدخلی کے احکامات جاری کئے اور مزید کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔

3- وقف اراضی پنج پیراں موضع ہڈیالہ ورکاں تحصیل فیروزوالا کی گزشتہ تین سالوں سے نیلام ہو رہا ہے اور اب 05-2004 میں بڑی تگ و دو کے بعد گزشتہ تین سالوں کے پٹہ کی وصولی کے لئے کارروائی جاری ہے۔

جناب سپیکر! ہم نے پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے یہ پوچھا ہے کہ ان کا کیا ہوا ہے؟ یہ ہمیں پروسیجر سمجھانے کی بجائے جواب دے دیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر: انھوں نے جواب دے دیا ہے۔ ابھی کیس زیر سماعت ہے۔ جب فیصلہ ہو گا تو آپ کو بتا دیں گے۔ جی، جناب سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ابھی پارلیمانی سیکرٹری نے فرمایا ہے کہ تین سال بعد بھی جو جواب آیا ہے کہ کارروائی اسی طرح چل رہی ہے۔ محکمہ اوقاف کا ایک ونگ جو زمینوں سے متعلقہ

ہے۔ محکمہ اوقاف اب قبضہ گروپ اور ان کے سرپرستوں کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ میرا صرف ایک ضمنی سوال ہے کہ یہ جو تین سال یا چھ چھ سال سے کیس التواء میں ہیں۔ ان میں سب سے بنیادی رول لیگل ایڈوائزر ادا کرتا ہے۔ وہ ملی بھگت کرتا ہے۔ میرا بڑا واضح ضمنی سوال ہے کہ کیا یہ درست نہیں ہے کہ 19۔اگست 2006 کو ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن نے لیگل ایڈوائزر کو نوٹس جاری کیا ہے کہ آپ کی نااہلی کی وجہ سے یہ کیسز التواء کا شکار رہتے ہیں اور وہاں پر قبضہ گروپ اپنے پاؤں جما چکا ہے۔ اس لیگل ایڈوائزر کے بارے میں محکمہ میں زبان زد عام ہے کہ اس کی پنجاب کی ایک انتہائی اعلیٰ شخصیت کے ساتھ کوئی قریبی تعلق ہے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میرے بھائی کا یہ fresh question بنتا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ جہاں جہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اوقاف کے ملازمین غفلت کرتے ہیں یا ان کا malafide action ہوتا ہے تو ہم ان کے خلاف کارروائی بھی کرتے ہیں۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے ثبوت کے ساتھ بات کی ہے۔ میرے پاس پورے ثبوت ہیں۔ اگر یہ کہیں گے تو یہاں باگڑیاں لاہور میں پارلیمانی سیکرٹری کے ملازم پراپرٹی کا کاروبار کر رہے ہیں اور سرکاری زمین کو بیچ رہے ہیں۔ میں یہاں ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں کہ باگڑیاں میں 357 کنال جگہ حضرت بو علی قلندر کے نام سے ہے۔ کیا یہاں پر حکومت کے ذمہ دار وزراء اور پارلیمانی سیکرٹری پراپرٹی کا کاروبار نہیں کر رہے اور محکمہ اوقاف کی زمین کو نہیں بیچ رہے۔ یہ سوال بہت آگے جائیں گے۔ یہ fresh question نہیں ہے۔ میں نے اسی حوالے سے کہا ہے کہ تین سال بعد جواب آیا ہے۔ میں نے تو محکمے کا پوچھا ہے کہ کیا 19۔اگست 2006 کو اس لیگل ایڈوائزر کو جس کی وجہ سے یہ سارے کیس ابھی تک چل رہے ہیں۔ اس کو میں نے یا آپ نے تو نوٹس دیا ہے۔ ان کے محکمے کے ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن یثرب ہنجرا نے کیا اس کو اسی حوالے سے نوٹس نہیں دیا کہ آپ کی یہ کارکردگی ہے کہ آپ قبضہ گروپ کے ساتھ مل کر کیس کو التواء میں رکھتے ہیں اور اس کا کوئی فیصلہ نہیں ہونے دیتے۔ یہ اس کی تردید کریں کہ ایسا کوئی نوٹس نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری اوقاف!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اوقاف کی جتنی بھی پراپرٹی ہے اس کی حفاظت کے لئے ہم sale out نہیں کرتے اور open auction پر لیز پر دیتے ہیں۔ جہاں پر ناجائز قابضین ہوتے ہیں ان کے خلاف کارروائی بھی کرتے ہیں اور جو غفلت کرتا ہے ان کو نوٹس بھی جاری کرتے ہیں۔ اگر نوٹس جاری کئے گئے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس میں ہماری اچھائی ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! حالت دیکھیں کہ میں نے بالکل متعلقہ سوال کیا ہے اور میں نے محکمے کے حوالے سے سوال کیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ لیگل ایڈوائزر جو ان کیسوں کو deal کر رہا ہے جس کے بارے میں سوال بڑا واضح ہے کہ کیا اس کو محکمہ نے 19-اگست 2006 کو نوٹس دیا ہے یا نہیں دیا؟ یہ fresh question کا کہتے ہیں تو اگر میں یہ پوچھتا کہ باگڑیاں کی زمین پر جو موصوف قبضہ کر کے وہاں جو کر رہے ہیں پھر تو یہ کہتے کہ fresh question ہے چونکہ یہ سوال باگڑیاں کی 357 کنال جگہ کا نہیں ہے لیکن جو لیگل ایڈوائزر ان کی شہ پر حکومت پنجاب اور محکمہ اوقاف کی شہ پر کر رہا ہے اور محکمہ اوقاف قبضہ گروپ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

جناب سپیکر: حاجی محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! جز (د) میں لکھا ہے کہ وقف اراضی پنج پیر اس گزشتہ تین سالوں سے نیلام نہ کی گئی ہے۔ اس نیلامی کو نہ کرنے کی وجہ بتادیں اور جو پیسا انھوں نے پچھلی نیلامی کا لینا تھا وہ کب تک یہ لے لیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! جب auction میں پارٹیاں ہی نہ آئیں تو اس کو کیسے نیلام کیا جائے۔ ہم اخبار میں اشتہار دیتے ہیں، ایک جگہ متعین ہوتی ہے، وہاں پر مینجر اور ایڈمنسٹریٹر جاتا ہے اور وہاں پر willing لوگ آتے ہیں۔ اگر وہاں لوگ نہ لیں تو مارکیٹ ریٹ کے مطابق ہم اس کو نیلام کر دیتے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں۔ مجھے آج بڑا افسوس ہوا ہے کہ ایک فاضل رکن نے ایک پارلیمانی سیکرٹری کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ قبضہ گروپ ہیں۔ میرا خیال ہے کہ انھوں نے جواب بھی نہیں دیا تو You are the Custodian of the House

انھوں نے کوئی allegations لگائے ہیں جو کہ مناسب نہیں ہیں۔اگر ہیں تو اس پر آپ ہاؤس کی ایک کمیٹی بنادیں۔انھوں نے کہا ہے اور پارلیمانی سیکرٹری نے جواب ہی نہیں دیا ہے۔ان کا جواب نہ دینا admission ہے۔آپ اس کو probe کرلیں کہ انھوں نے جو allegations لگائے ہیں وہ درست ہیں اگر نہیں ہیں تو آگے کے لئے بہتر ہو۔

جناب سپیکر: شکریہ۔اس میں کمیٹی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اگلا سوال محترمہ صغیرہ اسلام صاحبہ کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر!سوال نمبر 6718 On her behalf

پاکپتن۔محکمہ اوقاف کے زیرانتظام شہری و زرعی اراضی اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*6718: **محترمہ صغیرہ اسلام:** کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع پاکپتن میں محکمہ اوقاف کی تحویل میں زرعی اور اربن اراضی کے رقبہ کی علیحدہ علیحدہ تفصیل بیان کی جائے؟

(ب) مذکورہ ضلع میں محکمہ کے زیرانتظام اربن اراضی اور زرعی زمین سے کتنی کتنی آمدن ہو رہی ہے؟

(ج) ضلع بھر سے ہونے والی آمدن کو محکمہ کن کن مدات پر خرچ کرتا ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع پاکپتن میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل کوئی اربن رقبہ نہ ہے۔زرعی رقبہ کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نام وقف	زرعی رقبہ			کل رقبہ		
	M	K	A	M	K	A
1۔وقف اراضی ملحقہ دربار حضرت گل قریشی کمہاری والا	16	5	11	16	5	11
2۔وقف اراضی مسجد امام دین والی انڈیا چک نمبر 19/SP	16	3	8	16	3	8
3۔وقف اراضی مسجد جالی والی انڈیا واقع چک 37/SP	0	0	4	0	0	4

4۔ وقف اراضی دربار حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کا رقبہ زرعی اصلاحات کے تحت فیڈرل لینڈ کمیشن ضبط کر چکا ہے اور محکمہ اوقاف کو 8,000 پیداواری یونٹ کے برابر رقبہ 157 ایکڑ 5 کنال 4 مرلے موضع محمد پور جاگیر میں الاٹ ہے۔ مقدمہ لاہور ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے۔ اس لئے یہ پٹہ نیلام نہ ہو رہا ہے۔ مذکورہ ضلع میں کوئی اراضی اربن ایریا میں واقع نہ ہے۔ زرعی اراضیات کی آمدن کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

(ب)

	نام اراضی	زرپٹہ سال 04-2004
1۔	وقف اراضی دربار حضرت گل قریشی موضع کمہاری والا	-/460,950
2۔	وقف اراضی مسجد امام دین والی انڈیا چک نمبر 19	-/39,450
3 ۔	وقف اراضی مسجد جالی والی آمدہ انڈیا چک نمبر 37/	-/28,000
4۔	وقف اراضی ملحقہ دربار حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر زیر مقدمہ ہے کیونکہ اس وقت دو رٹ پٹیشن نمبر 02/8149 اور 02/8200 عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہیں۔ اس وجہ سے پٹہ نیلام نہیں ہو رہا ہے۔	

(ج) محکمہ ضلع بھر سے ہونے والی آمدن میں سے زائرین کو ضروری اور بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے اخراجات کرتا ہے۔ اس کے علاوہ فری شفاء خانہ، جہیز سکیم، لائبریری، لنگر کے انتظامات، تعمیر و مرمت وغیرہ پر اخراجات کئے جاتے ہیں۔ مزید برآں ضلع پاکپتن میں ایک ووکیشنل سکول اور تبلیغ کے لئے دارالنساء بھی جلد از جلد کام کرنا شروع کر دیں گے۔ گزشتہ پانچ سالوں میں تعمیر و مرمت پر جو اخراجات ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مزاروں پر گزشتہ پانچ سالوں کے دوران ہونے والے اخراجات

نمبر شمار	مزار کا نام	سال	ترقیاتی اخراجات
1۔	حضرت بابا فریدالدین پاکپتن	1999-2000	Rs 267,451/-
2۔	حضرت بابا فریدالدین پاکپتن	2000-01	Rs 116,22,136/-
3۔	حضرت بابا فریدالدین پاکپتن	2001-02	Rs 312,773/-
4۔	حضرت بابا فریدالدین پاکپتن	2003-04	Rs 4868037/-
5۔	حضرت بابا فریدالدین پاکپتن	2004-05	Rs 1,773117/-
	ٹوٹل		Rs 18843,514/-

محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مزاروں پر گزشتہ پانچ سالوں
کے دوران ہونے والے اخراجات

نمبر شمار	مزار کا نام	سال	ترقیاتی اخراجات
1۔	حضرت عبدالعزیز مکی پاکپتن	2001-02	419,228/-
2۔	حضرت گنج عالم پاکپتن	2001-02	Rs 802,633/-
3۔	حضرت عبدالکریم پاکپتن	2004-05	Rs 280,248/-

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جز (الف) کے جواب میں نمبر 4 پر لکھا ہے کہ وقف اراضی دربار حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کا رقبہ زرعی اصلاحات کے تحت فیڈرل لینڈ کمیشن ضبط کر چکا ہے۔

جناب سپیکر! میرا اس میں پہلا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا شرعاً وقف رقبہ ضبط کیا جا سکتا ہے؟ اور ضمنی سوال یہ ہے کہ اس پر جو قبضے ہیں اور انھوں نے لکھا ہے کہ مقدمہ لاہور ہائیکورٹ میں زیر سماعت ہے۔ اس میں، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو لاہور ہائیکورٹ میں مقدمہ ہے یہ قبضہ گروپ نے دائر کیا ہے یا محکمہ نے دائر کیا ہے اگر محکمے نے دائر کیا ہے تو کب سے دائر کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ یہ جو مقدمہ ہے یہ محکمے نے دائر نہیں کیا۔ دوسرا ان کا سوال یہ تھا کہ یہ رقبہ فیڈرل لینڈ کمیشن میں جا سکتا ہے؟ لیکن یہ نہیں جا سکتا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے پوچھا ہے کہ یہ مقدمہ جو ہائی کورٹ میں زیر سماعت ہے یہ کب دائر کیا گیا تھا؟ اس کا جواب تو دے دیں۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری اوقاف!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! یہ 2004 میں دائر کیا گیا تھا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنے بھی سوالات مزارعات کے حوالے سے پہلے یا اب آئے ہیں، ہر مزار کے رقبے کے اوپر ناجائز قابضین قبضہ کر کے بیٹھے ہیں اور عدالتوں میں stay لے لیتے ہیں۔ گمان یہ ہے کہ یہ بااثر افراد ہیں جو اس اراضی میں سے شیر مادر کی طرح آمدنی لے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر؟ میری آپ سے انتہائی humble درخواست ہے کہ منسٹر صاحب ہی کی سربراہی میں ہاؤس کی کوئی کمیٹی بنائیں اور یہ تمام مزارعات پر جو ناجائز قابضین ہیں ان پر موثر کارروائی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ اراضی جس مقصد کے لئے ہے اسے اسی مقصد کے لئے استعمال میں لایا جاسکے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، احسان الحق احسن نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب تھوڑی سی تصحیح فرمالیں کہ ہائی کورٹ میں جو رٹ دائر ہوتی ہے اس کا نمبر کے ساتھ سن بھی درج ہوتا ہے۔ 02/8149 یعنی یہ 2002 میں دائر ہوئی ہے۔ اب دیکھیں کہ یہ فرما رہے ہیں کہ یہ 2004 میں دائر ہوئی ہیں۔ اب رٹ پٹیشن جو ہوتی ہے یہ بڑی speedy ہوتی ہے جسے بہت جلدی dispose of ہونا ہوتا ہے۔ اب محکمے نے چار سال سے ان کو صرف پیروی نہ کرنے کی وجہ سے pending رکھا ہوا ہے اور pending رکھنے کی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ جس فرد کے پاس یہ زمین قبضے میں ہے وہ چاہتے ہیں کہ یہ رٹ بھی پڑی رہے اور قبضہ بھی اس فرد کے پاس پڑا رہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ 2002 کی ہے 2004 کی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال ملک اصغر علی قیصر صاحب کا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! On his behalf سوال نمبر 6862۔

ضلع لاہور میں محکمہ اوقاف کی زمین کی تفصیل

*6862: ملک اصغر علی قیصر: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں محکمہ اوقاف کی زمین کس کس گاؤں اور صوبائی حلقہ میں موجود ہے۔ تفصیل بیان فرمائیں؟

(ب) کون کون سی زمین ایسی ہے جہاں غیر قانونی تعمیر ہو چکی ہے۔ کیا حکومت غیر قانونی قابضین کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع لاہور میں محکمہ اوقاف کی زمین کے کوائف ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

(ب) جہاں جہاں وقف جائیدادوں پر غیر قانونی تعمیر ہوئی ہے ان کے کوائف بھی ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں، غیر قانونی قابضین کے خلاف ضابطہ کے مطابق قانونی کارروائی عمل میں لائی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

رانا آفتاب احمد خان: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر اس کا annexure دیکھیں تو اس میں جو تفصیل تجاوزات کی ہے اس میں کالم 3 میں آتا ہے کہ وقف بو علی قلندر موضع باگڑیاں لاہور، کل رقبہ 387 کنال 17 مرلے اور اس پر وقف اراضی پر ناجائز قبضہ ہے، تعمیرات کروانے والے افراد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرتے رہے ہیں اور لکھا ہے کہ ناجائز قبضہ سال 1999 سے ہے۔ یہی بات سمیع اللہ خان صاحب نے کی تھی کہ یہ جو 387 کنال رقبہ ہے اس پر ناجائز قابضین کے خلاف انہوں نے اب تک کیا کارروائی کی ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری اوقاف!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! باگڑیاں میں جو رقبہ ہے یہ حضرت بو علی قلندر کے دربار کا رقبہ ہے۔ یہ ٹوٹل 360 کنال 15 مرلے ہے---

رانا آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! اس کا مطلب ہے کہ یہ حقائق کو چھپا رہے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ انہوں نے جواب میں 387 کنال لکھا ہے اس کا مطلب ہے کہ یہ ہاؤس کو wrong information دے رہے ہیں جو کہ breach of privilege بنتا ہے۔ پہلے یہ اس کی درستی کریں کہ یہ انہوں نے ہاؤس میں غلط information کیوں دی؟

جناب سپیکر: پارلیمانی سیکرٹری صاحب! جواب میں کچھ اور لکھا ہے اور ابھی آپ نے پڑھا کچھ اور ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! اس میں کچھ رقبے پر وزیر اعظم سکیم کے تحت کالونی بنائی گئی تھی اور جب وزیر اعظم محمد خان جونیجو صاحب تھے تو انہوں نے اعلان کیا تھا اس میں سے ملازمین کو پلاٹ دیئے گئے ہیں اور ان کو یہ بھی اجازت دی گئی کہ وہ آگے sublet کر سکیں اس لئے انہوں نے پھر آگے دے دیئے۔ ایک وہاں پر جوئیہ گروپ ہے اس نے غیر قانونی طریقے سے زمین کو sale out کیا، اس کے خلاف بھی ہم نے پرچہ درج کرایا، وہ جیل میں گیا اس کے بعد وہ ابھی باہر آیا ہوا ہے اور کورٹ میں کیس چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ 29 بندے ہیں جن کو اس جاوید نامی شخص نے آگے دے دیئے ہیں۔ گزارش ہے کہ وہاں باگڑیاں میں جو ہمارے منیجرز اور ایڈمنسٹریٹرز ہیں، چیف سیکرٹری نے ان کا ایکشن لیا ہے، اس میں ان کے خلاف پرچے بھی درج ہوئے ہیں، ہر دوسرے دن وہاں پر ایسا کوئی نہ کوئی مسئلہ پڑا رہتا ہے۔ ہم اس سلسلے میں کوشش کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کا مقصد ہے کہ ناجائز قابضین کے خلاف کارروائی کر رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! مجھے پارلیمانی سیکرٹری صاحب یا پنجاب حکومت یہ قانون بتا دے کہ جہاں پر ایک سرکاری زمین آپ کو lease پر ملی ہو اور آپ sublet کر سکتے ہیں۔ مجھے یہ کوئی ایسا قانون بتا دیں جس میں یہ پروویژن ہو کہ بورڈ آف ریونیو، حکومت پنجاب یا کوئی ڈیپارٹمنٹ مجھے زمین lease پر دے تو میں اس کو sublet کر سکوں؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری اوقاف!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ یہ پہلے کی حکومت کی بات ہے یہ ہمارے سر نہیں جاتی۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ یہ واپس کرائیں اور جو زمین دی گئی تھی وہ بھی غلط دی گئی تھی ہم اس کو واپس کرانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ہم اس دور کا جواب نہیں دے سکتے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! انہوں نے کہہ دیا ہے کہ یہ غلط کارروائی ہوئی تھی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! چلیں میں نے کی ہے، کیا میں اس سے مبرا ہوں، کیا مجھ پر ایکشن نہیں لیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر a,b,c کسی نے بھی کرپشن کی ہے اس پر انہوں نے ابھی تک ایکشن ہی کوئی نہیں لیا۔

جناب سپیکر: وہ کہہ رہے ہیں کہ ایکشن لے رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ He is himself involved in corruption.

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! مجھے یہ ثابت کر دیں، میں on the floor of the House کہتا ہوں کہ میں ایم پی اے شپ سے بھی resign کر دوں گا اور پارلیمانی سیکرٹری شپ سے بھی resign کر دوں گا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ انہیں ایسے الزامات لگانے سے پہلے کم از کم سوچ سمجھ لینا چاہئے۔

سید احسان اللہ وقاص: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال اس سوال سے بھی اور پچھلے سوال کے حوالے سے بھی ہے، جو تفصیل پارلیمانی سیکرٹری صاحب نے دی ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مختلف زمینوں پر قبضے ہوئے ہیں اور اوقاف کی زمین پر فلاں فلاں کارروائی ہو رہی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ Writ of the Government کے روزانہ جو بلند و بانگ دعوے کئے جاتے ہیں یہ Writ of the Government آپ صرف بلوچستان میں نافذ کرنا چاہتے ہیں یا پنجاب کے اندر بھی نافذ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ حکومت کی جگہیں ہیں جس پر لوگوں نے سالہا سال سے قبضہ کیا ہوا ہے۔ تین سال بعد جواب میں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ کارروائی ہو رہی ہے، نوٹس جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اس بارے میں مجھے پارلیمانی سیکرٹری صاحب فرمائیں کہ اس کے لئے موثر کارروائی کر کے انہوں نے Writ of the Government نافذ کرنے کا کیا پروگرام بنایا ہے؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف!

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ہم جو بھی کارروائی کرتے ہیں وہ وقف لاء کے تحت کرتے ہیں اور اس سے ہم آگے جا سکتے ہیں نہ

پیچھے جا سکتے ہیں۔ جیسے میں نے پہلے پروسیجر بتایا ہے ہم وہی اختیار کرتے ہیں۔ نوٹسز دیئے جاتے ہیں، پولیس کو بھی ساتھ لیا جاتا ہے۔ میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کہ پچھلے دنوں اوکاڑہ ملٹری فارم کے رقبے کا جو مسئلہ ہے، ایک بندہ جو وہاں پر قبضہ کر کے بیٹھا ہے چاہے وہ ناجائز قابض ہے اس کو واگزار کرانا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ وہاں پر ملٹری والوں نے جو آپریشن کیا تو اس سلسلے میں وہاں دو بندے مارے گئے تو ہم کوشش کرتے ہیں کیونکہ کہیں پولیس کی negligence اور کہیں پر court matter بھی آ جاتا ہے اور کیس عدالتوں میں چلے جاتے ہیں تو اس سلسلے میں ہم bound ہوتے ہیں کہ کورٹ کیا فیصلہ کرتی ہے؟ ہمارے پاس کوئی بلڈوزر تو نہیں ہے اس لئے میں نے پہلے بھی request کی ہے کہ ہم نے ایک سمری بنا کر وزیراعلیٰ صاحب کے پاس بھجوا دی ہے کہ ہمیں یہ اختیار دیا جائے کیونکہ ہمارے پاس کوئی فورس ہے نہ ہمارے پاس کوئی بلڈوزر ہیں کہ ہم وہاں پر موقع پر جا کر ان کو dismantle کر سکیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اوقاف: میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

خانقاہ شاہ سلیمان پیر پٹھان تونسہ شریف کو حکومتی تحویل میں لینے کا مسئلہ

***6888: سید احسان اللہ وقاص:** کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) خانقاہ شاہ سلیمان پیر پٹھان تونسہ شریف کو کن وجوہات کی بناء پر محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں نہ لیا ہے؟

(ب) کیا محکمہ اب اس خانقاہ اور اس سے منسلک کروڑوں روپے کی پراپرٹی کو اپنی تحویل میں لینے کو تیار ہے؟

(ج) خانقاہوں اور ان کی پراپرٹی کو محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لینے کا کیا معیار مقرر کر رکھا ہے، اس وقت صوبہ پنجاب میں کتنی خانقاہیں محکمہ کے پاس اور کن کن پر گدی نشین قابض ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) خانقاہ شاہ سلیمان پیر پٹھان تونسہ شریف کو محکمانہ تحویل میں لینے کے لئے متعدد بار سروے کیا گیا چونکہ زائرین سجادگان سے عقیدت کی بناء پر ان کے گھروں پر نذرانہ جات پیش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دربار پر آمدن اخراجات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ سجادگان گھروں پر زائرین میں لنگر تقسیم کرتے ہیں۔ محکمانہ تحویل میں لینے کے بعد محکمہ کی جانب سے لنگر تقسیم کرنے کی صورت میں اخراجات بہت زیادہ ہوں گے لہذا دربار کو تحویل میں لینا محکمانہ مفاد میں نہ ہے۔

(ب) چونکہ دربار شریف پر رکھے گئے کیش بکس کی آمدن اخراجات کے مقابلہ میں کم ہے جبکہ محکمہ اوقاف ایک خود مختار ادارہ ہے اس کو حکومت کی جانب سے کوئی گرانٹ نہیں ملتی اور دربار شریف کی آمدن سے اس کے اخراجات پورے کرنے ہوتے ہیں اس لئے دربار شریف تحویل میں لینا محکمانہ مفاد میں نہ ہے۔

(ج) محکمہ اوقاف کسی بھی وقف جائیداد کو اس کے بہتر انتظام وانصرام کے لئے اپنی تحویل میں لینے سے قبل باقاعدہ سروے کرواتا ہے اور آمدن اور اخراجات کا موازنہ کرنے کے بعد موقع کی صورتحال کے پیش نظر وقف پراپرٹی تحویل میں لینے یا نہ لینے کا فیصلہ کیا جاتا ہے علاوہ ازیں اس بات کو بھی مقدم رکھا جاتا ہے کہ محکمانہ تحویل میں لی جانی والی پراپرٹی وقف کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں۔

اس وقت صوبہ پنجاب میں 405 مزارات محکمہ اوقاف کے زیر تحویل ہیں جبکہ بقیہ مزارات پر گدی نشین قابض ہیں۔

گوجرانوالہ، اوقاف کی اراضی / دکانات کی لیز، ناجائز قابضین اور حکومتی اقدامات سے متعلقہ تفصیل

*6964: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گوجرانوالہ تحصیل میں محکمہ اوقاف کی کتنی زمین ہے اور کہاں کہاں واقع ہے۔ مکمل تفصیل فراہم کی جائے کہ کتنی زمین لیز پر اور کتنی زمین یا دکانیں کرایہ پر کن کن افراد کو دی گئی ہیں؟

(ب) گوجرانوالہ میں سال 2003 سے یکم مئی 2005 تک محکمہ کی زمین پر غیر قانونی طور پر کتنے لوگ قابض ہوئے۔ ناجائز قابضین کے نام اور ایڈریس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ج) ان ناجائز قابضین اور قبضے کروانے میں محکمہ کے جو اہلکار شامل رہے ہیں، حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی اگر نہیں کی، تو اس کی وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) تحصیل گوجرانوالہ میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل وقف زرعی اراضی تعدادی 1734 کنال ہے جو سال بہ سال مستاجری بذریعہ نیلام عام دی جاتی ہے۔ سال 05-2004 کے لئے جن افراد نے یہ رقبہ مستاجری پر حاصل کر رکھا ہے اور 46 دکانات ہیں۔ ان کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گوجرانوالہ میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل وقف اراضی تعدادی 342 کنال چار مرلے پر چھ افراد ناجائز قابض ہیں۔ فہرست (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) محکمہ اوقاف کے کسی اہلکار نے ناجائز قبضہ نہ کروایا ہے اور نہ ہی ناجائز قابضین کی مدد کی ہے۔ ناجائز قابضین کے خلاف محکمانہ قواعد وضوابط کے مطابق کارروائی کی جارہی ہے۔

لاہور۔ محکمہ اوقاف کے زیر انتظام درباروں کی تعداد، نام، آمدن و خرچ اور مختلف ٹھیکہ جات کی تفصیل

*7075: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور میں محکمہ اوقاف کے زیر انتظام درباروں کے نام کیا ہیں؟

(ب) یکم جنوری 2004 سے آج تک ان درباروں کی آمدن اور خرچ کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ج) یکم جنوری 2004 سے آج تک ان درباروں سے سائیکل / موٹر سائیکل سٹینڈز اور Shoes کے ٹھیکوں سے کتنی آمدن ہوئی، تفصیل الگ الگ دی جائے؟

(د) کیا حکومت کے علم میں یہ بات ہے کہ ہر دربار پر سائیکل / موٹر سائیکل سٹینڈز اور Shoes کے ٹھیکیدار اوور چارج کرتے ہیں، کیا حکومت ان کو ٹھیکے پر دینے کی بجائے سرکاری ملازمین کے ذریعے یہ کام کروانے کا ارادہ رکھتی ہے، اس سے حکومت کی آمدن بھی بڑھے گی اور اوور چارج کی شکایت بھی کم ہو گی، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیراوقاف:

(الف) لاہور میں محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر انتظام دربار حضرت داتا گنج بخش سمیت 76دربار ہیں۔

(ب) یکم جنوری 2004 سے 30۔جون 2005 ان درباروں کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل برنشان (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے، دربار حضرت داتا گنج بخش کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

مالی سال	آمدن	خرچ
2003-04	10,76,55,000/-روپے	44,77,600/-روپے
2004-05	12,17,28,028/-روپے	16,12,120/-روپے

(ج) یکم جنوری 2004 سے آج تک ان درباروں سے سائیکل / موٹر سائیکل سٹینڈ اور شوز کے ٹھیکوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ برنشان (ب) دربار حضرت داتا گنج بخش کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

قسم ٹھیکہ	سال	آمدن
حفاظت پاپوش	2003-04	16270666/- روپے
۔ایضاً۔	2004-05	16732667/- روپے
سائیکل سٹینڈ / کار پارکنگ	2003-04	2300000/- روپے
۔ایضاً۔	2004-05	2512100/- روپے

(د) محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مزارات پر حفاظت پاپوش اور سائیکل / موٹر سائیکل سٹینڈ وغیرہ کے ٹھیکہ جات حسب ضابطہ محکمہ کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کے تحت نیلام کئے جاتے ہیں۔ جن کی ٹھیکیداروں پر پابندی لازم ہوتی ہے۔ تاہم اوور چارجنگ کی شکایت موصول ہونے پر ٹھیکیدار کو شرائط کے مطابق جرمانہ کیا جاتا ہے۔ دربار شریف کے بیشتر مقامات پر اجرت حفاظت پاپوش کے بورڈ آویزاں ہیں اور بذریعہ سپیکر ریٹ کا اعلان بھی کیا جاتا ہے۔ جہاں تک متذکرہ بالا ٹھیکہ جات کی بجائے سرکاری ملازمین سے کام کروانے کا تعلق ہے۔ تو اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب ایک خود مختار ادارہ ہے جس کے اپنے ذرائع آمدن ہیں۔ جن کے علاوہ اسے حکومت کی طرف سے کسی قسم کی کوئی امداد فراہم نہیں کی جاتی۔ چند سال قبل اوور

چار جنگ کی شکایت کے باعث داتا دربار لاہور پر سرکاری ملازمین کے ذریعے مندرجہ بالا ٹھیکہ جات پر کام کروایا گیا مگر اس تجربہ سے محکمہ کو نہ صرف شدید مالی نقصان ہوا بلکہ محکمہ کی بدنامی بھی ہوئی اور اس کا وقار بری طرح سے مجروح ہوا۔ اندریں حالات بالا محکمانہ مفاد اور زائرین کی سہولت کے لئے موجودہ نظام برقرار رکھنا ہی مناسب ہے۔

بادشاہی مسجد لاہور، چوری شدہ نعلین مبارک
کی بازیابی کے لئے حکومتی اقدامات

*7101: محترمہ نور النساء ملک: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دو سال قبل بادشاہی مسجد لاہور سے نعلین مبارک چوری ہو گئے تھے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ عرصہ دو سال گزر جانے کے باوجود نعلین مبارک کی بازیابی کے بارے میں حکومت نے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں کئے؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نعلین مبارک کی بازیابی کے لئے کوئی ٹھوس اقدامات کرنے اور ذمہ داران کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) بادشاہی مسجد لاہور میں عرصہ تین سال قبل 31۔ جولائی 2002 کو نعلین مبارک کا ایک جزو چوری ہوا تھا۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باجود نعلین مبارک کی بازیابی کے لئے حکومت نے کوئی ٹھوس اقدامات نہیں کئے اصل صورتحال یہ ہے کہ 31۔ جولائی 2002 سے لے کر آج تک اس کی بازیابی کے لئے حکومت کی مختلف ایجنسیز شب و روز سرگرم عمل ہیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اطلاع کرنے والے اور کامیاب تفتیش کنندہ کو بطور انعام دینے کے لئے 20 لاکھ روپے کی رقم اوقاف بجٹ میں مختص کی جا چکی ہے۔

(ج) نعلین مبارک کی بازیابی کے اقدامات زیر عمل ہیں۔ ذمہ دار افراد کے ساتھ قانونی کارروائی بروقت عمل میں لائی گئی تھی۔

راولپنڈی، محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مساجد و مزارات اور ان سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*7127: راجہ طارق کیانی: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) راولپنڈی میں کتنے مزارات اور کتنی مساجد محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) راولپنڈی میں محکمہ اوقاف کی کتنی زمین کہاں کہاں واقع ہے۔ مکمل تفصیل فراہم کی جائے کہ کتنی زمین لیز پر اور کتنی زمین یا دکانیں کرایہ پر کن کن افراد کو دی گئیں؟

(ج) راولپنڈی میں سال 2004 سے یکم مئی 2005 تک محکمہ کی زمین پر غیر قانونی طور پر جو لوگ قابض ہوئے، ان کے نام اور ایڈریس کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(د) ان ناجائز قابضین اور قبضے کروانے میں محکمہ کے جو اہلکار شامل رہے ہیں، حکومت نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی۔ اگر نہیں کی تو اس کی وجہ بیان فرمائیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع راولپنڈی محکمہ اوقاف کے زیر انتظام 22 مساجد، 28 مزارات ہیں۔ تفصیل برفلیگ (الف، ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) راولپنڈی میں محکمہ اوقاف کی کل زمین 185۔ ایکڑ چار کنال آٹھ مرلے ہے۔ اس کی تفصیل برفلیگ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ راولپنڈی میں محکمہ اوقاف کے زیر انتظام 248 دکانیں ہیں جن کی مکمل فہرست برنشان (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) سال 2004 سے مئی 2005 تک کسی زمین پر کوئی غیر قانونی قابض نہ ہوا ہے۔

(د) چونکہ سال 2004 سے مئی 2005 تک راولپنڈی میں کسی زمین پر کوئی ناجائز قبضہ نہیں ہوا لہذا کسی اہلکار کے خلاف محکمانہ کارروائی نہ ہوئی۔

بہاولپور، محکمہ اوقاف کا سٹاف، زیر انتظام مساجد / مقابر اور دیگر معلومات کی تفصیل

*7217: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ضلع بہاولپور میں کتنی مساجد، مزارات دیگر مذہبی تعمیرات اور جائیدادیں ہیں، ان سے محکمہ کو کل کتنی سالانہ آمدنی ہوتی ہے؟

(ب) محکمہ اوقاف کے ضلع بہاولپور میں کل کتنے ملازمین ہیں اور ان کو سالانہ کتنی تنخواہ ومراعات کی مد میں کتنی رقم دی جاتی ہے؟

(ج) مساجد ومزارات کی Maintenance پر یعنی مالی سال 05-2004 میں کتنے اخراجات آئے ہیں؟

(د) ضلع بہاولپور میں اوقاف کی جائیداد پر کتنے ناجائز قابضین ہیں، کس پراپرٹی پر کون اور کب سے قابض ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) محکمہ اوقاف بہاولپور کے زیر انتظام ضلع بہاول پور میں 12 مساجد اور 16 مزارات ہیں۔ ان سے محکمہ اوقاف کو مبلغ -/10090336 روپے سالانہ آمدن حاصل ہوتی ہے۔

(ب) ضلع بہاولپور میں 81 ملازمین ہیں اور انہیں مبلغ -/5631504 روپے کی سالانہ رقم تنخواہ ومراعات کی مد میں دی جاتی ہے۔

(ج) ضلع بہاولپور کی مساجد اور مزارات کی دیکھ بھال پر مالی سال 05-2004 میں درج ذیل اخراجات کئے گئے۔

اخراجات بابت دیکھ بھال جو زونل سطح پر کئے گئے	-/233877
تعمیر و مرمت پر صدر دفتر کی سطح پر کئے گئے	-/2011944
میزان	-/2245821

(د) ضلع بہاولپور میں درج ذیل وقف املاک پر ناجائز قابضین موجود ہیں:۔

1۔	دربار حضرت علی اصحاب موضع نہروالی تحصیل وضلع بہاول پور	22 عدد برفلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے	
2۔	قبرستان ملوک شاہ موضع ڈیرہ عزت تحصیل وضلع بہاول پور	123 عدد برفلیگ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے	

بہاولپور، 04-2003 تا 05-2004 مساجد ومقابر کے تعمیراتی کاموں سے متعلقہ تفصیل

*7219: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع بہاولپور کے محکمہ اوقاف کی طرف سے مالی سال03-2002،04-2003 اور 05-2004 میں کتنے منصوبہ جات بابت مساجد ومزارات کی تعمیر وترقی بھجوائے گئے، کتنے منظور ہوئے، کتنے مکمل ہوگئے اور کتنے لاہور سیکرٹریٹ میں زیر التواء ہیں؟

(ب) کیا ضلع بہاولپور میں اوقاف کی مساجد ومزارات کے سالانہ معائنہ کا کوئی طریق کار مقرر ہے؟ کون سی کمیٹی اس کا معائنہ کرتی ہے،04-2003 کی رپورٹ ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف)

(i) مالی سال03-2002 کے دوران ضلع بہاولپور میں وقف مساجد و مزارات کی تعمیر و ترقی کے کل آٹھ منصوبہ جات بھجوائے گئے، جن میں سے دو منصوبے منظور ہونے کے بعد مکمل ہوئے، جبکہ چھ منصوبے زیر التواء رہے۔

(ii) مالی سال04-2003 کے دوران ضلع بہاولپور میں وقف مساجد و مزارات کی تعمیر و ترقی کے کل نو منصوبہ جات بھجوائے گئے جن میں سے نو منصوبہ جات منظور ہونے کے بعد آٹھ مکمل ہوئے جبکہ ایک منصوبہ زیر التواء رہا۔

(iii) مالی سال05-2004 کے دوران ضلع بہاولپور میں وقف مساجد ومزارات کی تعمیر و ترقی کے کل چھ منصوبہ جات بھجوائے گئے، جن میں سے پانچ منظور ہوئے اور مکمل ہوئے جبکہ ایک منصوبہ زیر التواء رہا۔

(ب) جی نہیں۔ تاہم وقف املاک کے معائنہ / تعمیراتی کاموں کی نگرانی کے لئے محکمہ اوقاف میں فنی عملہ بشمول سب انجینئرز، سب ڈویژنل آفیسرز، ایگزیکٹو انجینئرز اور ڈائریکٹر منصوبہ جات) کے علاوہ ڈسٹرکٹ مینجر اوقاف و زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف صاحبان پر مشتمل آفیسران و اہلکاران تعینات ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً تمام وقف املاک کا معائنہ کرتے رہتے ہیں۔

لاہور۔ قبرستان میانی صاحب کا رقبہ، متعین عملہ، قواعد وضوابط اور دیگر تفصیلات

*7248: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور میں میانی صاحب کے قبرستان کے لئے کتنا رقبہ قیام پاکستان کے وقت موجود تھا اور اس وقت کتنا رقبہ موجود ہے۔ رقبہ میں کمی کن وجوہات کی بناء پر عمل میں آئی؟

(ب) میانی صاحب کے قبرستان میں متعین عملہ کی تعداد کیا ہے اور کس کس گریڈ کے کتنے ملازم ہیں؟

(ج) قبرستان کے لئے کیا قوانین وضع کئے گئے ہیں۔ تفصیل درکار ہے۔ قبضہ گروپ، منشیات فروش اور منشیات کے عادی افراد جو قبرستان کی بے حرمتی کرنے کا باعث ہوتے ہیں، سے قبرستان کے تحفظ کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟

(د) میت کی تدفین کے وقت کیا چارجز لواحقین سے وصول کئے جاتے ہیں کیا کسی فرد کو اپنی زندگی میں قبرستان میں تدفین کے لئے جگہ مخصوص کروانے کی اجازت ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) میانی صاحب قبرستان صدیوں پرانا ہے۔ لیکن مارشل لاء آرڈر نمبر 131 مورخہ 31۔ مئی 1962 برتتمہ (الف) اور بعد ازاں میانی صاحب قبرستان آرڈیننس 1962 برتتمہ (ب) کے تحت میانی صاحب قبرستان کی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے فرائض میں قبرستان کی حدود کا تعین بھی تھا۔ 1962 کے نوٹیفکیشن کے مطابق اس قبرستان کا رقبہ 1206 کنال برتتمہ (ج) تھا جو تاحال برقرار ہے۔ تتمہ (الف، ب) اور (ج) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

(ب) میانی صاحب قبرستان میں متعین عملہ کی تفصیل برتتمہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) قبرستان کی بہتر دیکھ بھال اور عوام کی سہولت کی خاطر انتظامی کمیٹی انتظامی نوعیت کے فیصلے اپنی میٹنگوں میں کرتی ہے اور کوئی علیحدہ سے قوانین وضع نہ کئے گئے ہیں۔ قبضہ گروپوں، منشیات فروشوں اور نشئی لوگوں سے قبرستان کو پاک کرنے کے لئے سکیورٹی کے انتظامات بڑھا دیئے گئے ہیں اور ایک سکیورٹی سپروائزر کے علاوہ مزید بارہ مسلح سکیورٹی گارڈ بھرتی کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے جرائم پیشہ لوگوں کی سرگرمیاں کافی حد تک ختم ہو چکی ہیں۔

(د) میت کی تدفین کے وقت میانی صاحب قبرستان کمیٹی کچے کھاتہ کے لئے صرف -/20 روپے اور پختہ کھاتے کے لئے -/500 روپے وصول کرتی ہے۔ موجودہ پالیسی کے مطابق قبرستان میں کسی فرد کو اپنی زندگی میں تدفین کے لئے جگہ مخصوص کروانے کی اجازت نہ دی گئی ہے۔

دربار حضرت میاں چنوں، ملکیتی اراضی، دکانات، آمدن و اخراجات اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*7378: حاجی محمد اعجاز: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حضرت بابا میاں چنوں دربار کی ملکیتی اراضی اور دکانوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) اس دربار کی سال 2003 سے آج تک کی آمدن اور اخراجات کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(ج) اس عرصہ کے دوران اس دربار کی تزئین و آرائش پر جو رقم خرچ کی گئی، تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

(د) اس دربار سے ملحقہ مسجد میں کتنے نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟

(ہ) کیا حکومت اس مسجد کی از سر نو تعمیر کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) دربار حضرت میاں چنوں سے ملحقہ وقف اراضی تعدادی 8-ایکڑ 3 کنال 15 مرلے ہے، جبکہ دربار مذکور سے دکانات ملحق نہ ہیں۔

(ب) دربار متذکرہ بالا کی آمدن و اخراجات از سال 04-2003 تا حال کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) سال 2003 تا حال دربار کی تزئین و آرائش پر کوئی خرچ نہ کیا گیا ہے۔

(د) مسجد مذکور میں بیک وقت 500 افراد کی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

(ہ) سال 1996 میں دربار مذکور سے ملحقہ مسجد کی تعمیر نو کروائی گئی تھی۔

ضلع قصور، محکمہ اوقاف کا رقبہ، ناجائز قابضین
اور واگزاری کے لئے حکومتی اقدامات کی تفصیل

*7470: سردار پرویز حسن نکئی: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع قصور میں محکمہ کی تحویل میں کتنا رقبہ ہے اور کس کس جگہ واقع ہے ان رقبوں پر قابضین کب سے چلے آرہے ہیں اور محکمہ ان سے سالانہ کتنا پٹہ فی ایکڑ حاصل کر رہا ہے؟

(ب) محکمہ اوقاف کا کتنا رقبہ ناجائز قابضین کے قبضہ میں کب سے ہے اور حکومت نے قبضہ واگزار کرانے کے لئے آج تک کیا اقدامات کئے ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع قصور میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل کل رقبہ 465ایکڑ 7کنال 19مرلے ہے۔ یہ رقبہ تحصیل پتوکی، تحصیل چونیاں، تحصیل قصور میں واقع ہے۔ محکمانہ پالیسی کے مطابق پٹہ اراضیات سالانہ بذریعہ نیلام عام ٹھیکہ پر دیئے جاتے ہیں۔ تفصیل مواضعات وزرپٹہ فی ایکڑ سالانہ برفلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) خانقاہ حبیب شاہ موضع سندھو تحصیل پتوکی۔ 103کنال 2مرلے زیر مقدمہ ہے اور ممبر بورڈ آف ریونیو لاہور کی عدالت میں زیر سماعت ہے۔ خانقاہ احمد شاہ رجی والا ارائیاں تحصیل قصور 38کنال 14مرلے وقف اراضی کئی سالوں سے نیلام نہ ہو رہی ہے کیونکہ یہ رقبہ آبادی دیہہ میں آچکا ہے، 8کنال رقبہ پر کمیونٹی سنٹر 27عدد رہائشی مکانات اور ایک عدد افزائش نسل حیوانات کا دفتر بن چکا ہے۔ ناجائز قابضین کو کرایہ تہہ زمینی لاگو کرنے کے لئے منیجر حلقہ نے تجویز دی ہے جس پر کارروائی ہو رہی ہے۔

ضلع قصور/اوکاڑہ، محکمہ اوقاف کے زیر انتظام مساجد ومزارات،
پراپرٹی قابضین اور آمدن وخرچ کی تفصیل

*7511: رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع قصور اور ضلع اوکاڑہ میں کتنے مزارات اور مساجد محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) ان مزارات اور مساجد کی کتنی کتنی جائیداد ہے کیا تمام جائیداد محکمہ کے زیر قبضہ ہے یا ان پر ناجائز قابضین قابض چلے آ رہے ہیں؟

(ج) محکمہ نے ان ناجائز قابضین سے جائیداد واگزار کرانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟

(د) ان مزارات اور مساجد میں گزشتہ دو سالوں کی آمدن اور اخراجات کی تفصیلات ایوان میں پیش کی جائیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع قصور اور اوکاڑہ میں درج ذیل مزارات اور مساجد محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہیں۔

1۔	ضلع قصور	11	مزارات	3 مساجد	1 تکیہ
2۔	ضلع اوکاڑہ	12	مزارات	3 مساجد	

ان مزارات و مساجد کی مکمل تفصیل بر فلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ضلع قصور میں 84 کمرشل اور 4 رہائشی یونٹ ہیں جبکہ ضلع اوکاڑہ میں 59 رہائشی یونٹ اور 164 کمرشل یونٹ ہیں۔ ان اضلاع میں تمام وقف جائیداد محکمہ اوقاف کے زیر قبضہ ہے اور کوئی ناجائز قابض نہ ہے۔

(ج) چونکہ ان اضلاع میں تمام جائیداد محکمہ اوقاف کے زیر قبضہ ہے لہذا کسی کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

(د) ان مزارات اور مساجد میں گزشتہ دو سالوں کی آمدن و اخراجات کی تفصیل (بر فلیگ الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور، اوقاف کے زیر انتظام مساجد و مزارات کے نام، پراپرٹی اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*7578: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) محکمہ اوقاف کی تحویل میں ضلع لاہور میں مزارات اور مساجد کے نام اور ان سے ملحقہ اراضی اور دکانوں کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) سال 2003 سے آج تک ان مزاروں اور مساجد کی مرمت و تعمیر پر کتنی رقم خرچ کی گئی ہے، تفصیل علیحدہ علیحدہ فراہم کی جائے؟

(ج) سال 2003 سے آج تک ان کی آمدن و اخراجات کی مکمل تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیراوقاف:

(الف) ضلع لاہور میں مزارات اور مساجد کے نام کی تفصیل برفلیگ(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے اوران سے ملحقہ اراضی1389کنال17مرلے662دکانات/یونٹ153 مکانات26کمرے اورایک کھوکھاہے۔

(ب) سال2003 سے ان مزاروں اور مساجد پر مرمت و تعمیر کے اخراجات کی زونل وار تفصیل برفلیگ(ب)اور صدر دفتر کی سطح پر برفلیگ(ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) سال2003سے تاحال آمدن واخراجات کی تفصیل برفلیگ(ج)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور، باگڑیاں اوقاف کی اراضی پر ناجائزقابضین اور حکومتی اقدامات کی تفصیل

*7688: محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیاوزیراوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ18-دسمبر2005 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق باگڑیاں لاہور میں محکمہ اوقاف کی ملکیتی384کنال اراضی پر ناجائزقابضین نے قبضہ کر رکھاہے اوراس کی مارکیٹ ویلیوایک ارب کے قریب ہے؟

(ب) اس اراضی پر ناجائزقابضین کے نام،زیرقبضہ رقبہ کی تفصیل نیزیہ کب سے اس اراضی پر ناجائزقابض ہیں؟

(ج) اس اراضی پر قبضہ کے بارے میں کتنی مرتبہ اس علاقہ میں تعینات محکمہ اوقاف کے مینجر اور دیگر عملہ نے اعلیٰ افسران کو مطلع کیا نیزمطلع کرنے والے سرکاری ملازمین کے نام،عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(د) کیاحکومت اس اراضی کوناجائزقابضین سے جلد از جلد واگزار کروانے کاارادہ رکھتی ہے اگرنہیں تواس کی وجوہات کیاہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) یہ درست ہے کہ مورخہ 05-12-18 کو اخبارات میں وقف اراضی موضع باگڑیاں کے بارے میں خبر شائع ہوئی لیکن خبر کا متن حقیقت حال اور ریکارڈ کے مطابق نہ ہے۔ حقیقت حال کچھ اس طرح ہے کہ سابق وزیر اعظم پاکستان جناب محمد خان جونیجو کے پانچ نکاتی پروگرام کے تحت ملازمین سرکار / اوقاف کو رہائشی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے جناب چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب کے حکم نمبر ایس او پی مورخہ 23۔دسمبر 1987 کے تحت بلحاظ عہدہ مختلف سائز کے پلاٹ الاٹ کرنے کی منظوری دی گئی۔ سال 1989 میں اعلیٰ افسران پر مشتمل الاٹمنٹ کمیٹی نے باقاعدہ قرعہ اندازی کے ذریعہ ملازمین کو پلاٹ الاٹ کرنے کی کارروائی مکمل کی۔ ملازمین کو الاٹ شدہ پلاٹ کا رقبہ تقریباً 237 کنال 8 مرلے بنتا ہے جس میں پارک، مسجد، شاپنگ سنٹر، ڈسپنسری اور گلیاں شامل ہیں۔ سال 1991 میں ملازمین اوقاف/الاٹی حضرات کو الاٹ شدہ پلاٹ کے حقوق subletکرنے کی بھی منظوری دے دی۔ ان احکام کی روشنی میں کچھ ملازمین نے خود تعمیرات کر لیں اور کچھ نے لیز subletکر دی اور لیز مذکورہ کے حقوق منتقلی کرایہ داری حاصل کرنے والے افراد میں بھی کچھ نے موقع پر تعمیرات کر لیں۔ اکثر پلاٹس اب بھی موقع پر خالی پڑے ہیں۔ اراضی ہذا میں 84 کنال زمین کئی سال سے زرعی مقاصد کے لئے نیلام ہوتی رہی ہے۔ جسے امسال گڈ ویل کی بنیاد پر کمرشل / تعلیمی مقاصد کے لئے نیلام عام پر دیا جا رہا ہے تاکہ وقف ہذا سے زیادہ سے زیادہ حکومتی محاصل حاصل ہوں۔ اراضی ہذا میں 12 کنال 14 مرلے اراضی دی ٹرسٹ سکول لاہور کو علاقہ کے لوگوں کی تعلیمی ضروریات پورا کرنے کے لئے -/5 روپے فی مرلہ ماہوار کے حساب سے 33 سالہ لیز پر 2005 میں دی گئی جس کا 33 سالہ زر پٹہ مبلغ -/19,46,130 روپے یکمشت وصول ہو چکا ہے۔ اراضی ہذا میں سے تقریباً 13 کنال 11 مرلے اراضی کے پلاٹس بنا کر جاوید احمد جوئیہ نامی شخص نے بھارت سے حاصل کردہ ازاں متولیان بو علی قلندر جعلی پاور آف اٹارنی کے ذریعہ لوگوں میں فروخت کر دی۔ محکمہ اوقاف کو جونہی علم ہوا، اس نے احمد علی جوئیہ کے خلاف بھرپور کارروائی کرتے ہوئے اس کا پرچہ درج کروا کے گرفتار کروا دیا۔ وہ اب سیشن کورٹ سے ضمانت پر ہے۔ محکمہ اوقاف کے

افسران نے اراضی ہذا کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے کبھی بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا ہے جس کی روشن ترین مثال لف شدہ ایف آئی آر کی نقول ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔ برفلیگ (الف) جو اس حقیقت کی غماز ہیں کہ محکمہ اوقاف نے ہر دور میں موثر ترین کارروائی کرتے ہوئے قبضہ مافیا کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ہے۔

(ب) فہرست ناجائز قابضین برفلیگ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ یہ وہی اراضی ہے جو جاوید احمد جوئیہ نے بھارت سے حاصل کردہ جعلی پاور آف اٹارنی اور متولیان خانقاہ بو علی قلندر کی بنیاد پر فروخت کی جس پر اس کے خلاف کارروائی عمل میں لاتے ہوئے پرچہ کا اندراج کروایا گیا جس میں وہ ضمانت پر ہے۔

(ج) نوٹیفکیشن کے مطابق مینجر اوقاف متعلقہ پراپرٹی کا custodian ہوتا ہے اور وہ ہی اپنے زیر انتظام وقف املاک کی ایڈمنسٹریشن اور دیگر امور کے بارے میں کارروائی عمل میں لاتا ہے جس کی اطلاع زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف لاہور کو دی جاتی ہے۔ وقف اراضی موضع باگڑیاں کے بارے میں بروقت کارروائی کی گئی۔ مینجرز متعلقہ کی تفصیل جنہوں نے باقاعدہ پرچہ جات کا اندراج کروایا اور ملزمان گرفتار کروائے مندرجہ ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	گریڈ
1۔	چودھری عارف حمید	مینجر حلقہ نمبر 2 لاہور	16
2۔	پیر قاسم احمد کیانی	۔ایضاً۔	16
3۔	حاجی محمد اسلم	۔ایضاً۔	14
4۔	رانا مشتاق احمد	۔ایضاً۔	16
5۔	شیخ محمد قربان	۔ایضاً۔	16
6۔	محمد سعید بٹ	۔ایضاً۔	15

(د) اراضی کو ناجائز قابضین سے واگزار کروانے کے لئے محکمہ اوقاف ہر طرح کی انتظامی اور عدالتی کارروائی بروئے کار لا رہا ہے۔

تحصیل خانپور میں اوقاف کی اراضی اور ٹھیکہ جات

*7706: میاں محمد اسلم (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) اراضی محکمہ اوقاف تحصیل خانپور کی تفصیل، کن کن مواضعات میں ہے، کن کن اشخاص کو کس ریٹ پر ٹھیکہ سالانہ پر دی گئی اور کتنے سال کے لئے دی گئی جن کو دی گئی، ان کے نام، پتا جات، ولدیت اور سکونت کیا ہے، سابقہ مزارعین یا مستاجروں کو کیسے بیدخل کیا گیا؟

(ب) اراضی ٹھیکہ اوقاف غیر مسلم موضع جام پور کتنی ہے، پچھلے سال سے کون مستاجر تھے، اب یہ لائیں کن کن لوگوں کو کس طرح سے مستاجری پر دی گئیں کیا مستاجروں کو اس بارے میں قانونا نوٹس دیا گیا کہ وہ مستاجری لینا چاہتے ہیں یا نہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) تحصیل خانپور میں واقع محکمہ مسلم اوقاف کی اراضی کی تفصیل بر فلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ جس کے نمبر شمار نمبران 32,23,16 اور 81 میں عرصہ 7 سال ٹیوب ویل سکیم پر ہے۔ جن کا کل رقبہ 144 ایکڑ 5 کنال 9 مرلے ہے۔ تمام مستاجرین انہی مواضعات کے رہائشی ہیں۔ سابقہ مزارعین/مستاجرین نیلامی کے بعد از خود قبضہ چھوڑ دیتے ہیں اگر کوئی مستاجر یا مزارع قبضہ نہ چھوڑتا ہو تو محکمہ اوقاف، محکمہ مال اور پولیس کی مدد سے سابقہ مستاجر کو بے دخل کر کے نئے مستاجر کو قبضہ دلاتا ہے۔

(ب) متروکہ وقف اراضی موضع جاپپور غیر مسلم اوقاف سے متعلقہ ہے جبکہ محکمہ اوقاف پنجاب کے زیرانتظام وانصرام مسلم وقف املاک ہیں۔

تحصیل نوشہرہ ورکاں میں اوقاف کی پراپرٹی اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*7893: لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) نوشہرہ ورکاں تحصیل میں محکمہ اوقاف کی سرکاری اراضی اور دکانات کی تفصیل مع قبضہ کے نام کی تفصیل دی جائے؟

(ب) ان میں سے کتنی اراضی اور دکانیں پٹہ پر ہیں اور ان کی سال 2004 اور 2005 کی آمدن کی تفصیل دی جائے؟

(ج) اس میں سے کتنی اراضی اور دکانیں ناجائز قابضین کے پاس ہیں، ناجائز قابضین کے نام، رقبہ اور دکانات کی تفصیل دی جائے؟

(د) حکومت ناجائز قابضین سے سرکاری اراضی اور دکانات واگزار کروانے کے لئے کیا اقدامات کررہی ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) نوشہرہ ورکاں میں سرکاری اراضی کی تفصیلات مع آمدن نیچے درج کر دی گئی ہیں تاہم نوشہرہ ورکاں میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل کوئی دکان نہ ہے۔

نمبر شمار	نام وقف اراضی	رقبہ تعدادی		آمدن سال
		مرلے	کنال	2004-05
1۔	وقف اراضی مسجد انڈیا پھلوکی	00	20	18,360/-
2۔	وقف اراضی کڑیال کلاں	00	62	24,500/-
3۔	وقف اراضی کڑیال کلاں	00	74	48,500/-
4۔	وقف اراضی کڑیال کلاں	00	03	2,876/-
5۔	وقف اراضی سید جلال شاہ مٹم بھانوکے	15	17	16,300/-
6۔	وقف اراضی جھنگی شاہ کوٹلی اڑوڑہ	07	18	7,500/-
7۔	وقف اراضی مسجد انڈیا کرتارپور ملیاں	08	47	41,760/-
8۔	وقف اراضی خانقاہ عیدگاہ نوشہرہ ورکاں	00	32	30,600/-
9۔	وقف اراضی خانقاہ ڈھیری پیر پلنگ پورہ	00	40	36,800/-
10۔	وقف اراضی مسجد انڈیا چیلے کی	08	15	9,900/-
11۔	وقف اراضی خانقاہ شاہ چھتہ بھدے	11	220	50,000/-
12۔	وقف اراضی تکیہ مافیہ کولووال	00	16	11,750/-
13۔	وقف اراضی دربار بھلے شاہ موضع ھردوتالی	13	12	1,792/-
14۔	وقف اراضی خانقاہ امی شاہ چند ھڑ	02	8	3,000/-
15۔	وقف اراضی پیر درویش منٹھم بانوکے	00	12	نیلام نہ ہوئی۔
16۔	وقف اراضی دربار حضرت عبدالرحمان بھڑی کلاں	00	207	1,52,000/-
	ٹوٹل	04	806	4,55,638/-

(ب) نوشہرہ ورکاں میں اراضی کی تفصیلات مع رقوم اوپر دی جا چکی ہیں البتہ نوشہرہ ورکاں میں محکمہ اوقاف کی کوئی دکان نہ ہے۔

(ج) سال 2005-06 کے لئے رقبہ نیلام کے لئے محکمہ نے ہر ممکن کوشش کی مگر ناجائز قبضہ کی وجہ سے لاٹ نمبر 1 رقبہ تعدادی 112 کنال کوئی شخص بھی پٹہ پر لینے کو تیار نہ ہوا۔ ناجائز قابض سے 20 فیصد اضافہ کے ساتھ زرپٹہ کی وصولی کے لئے بذریعہ ریونیو ایکٹ کوشش کی جارہی ہے۔ نوشہرہ ورکاں میں محکمہ اوقاف کی کوئی دکان نہ ہے۔

(د) وقف اراضی تعدادی 112 کنال سال 2004-05 میں مبلغ -/25,000 روپے میں مسمی محمد آصف ولد ریاست علی نے پٹہ پر لی۔ سال 2005-06 میں ناجائز کاشت کی لہذا محکمانہ پالیسی کے مطابق اسے 20 فیصد اضافہ کے ساتھ -/30,000 روپے کی وصولی کے

لئے نوٹس جاری کر دیا گیا ہے۔ سال 07-2006 کے لئے یہ اراضی شیڈول نیلام میں شامل ہے۔ آئندہ تاریخ نیلام ہر ماہ کی 2 اور 23 مقرر ہے۔

گوجرانوالہ۔ زونل مینجر اوقاف کے زیر انتظام اراضی اور اس سے متعلقہ دیگر تفصیلات

*7895: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) زونل مینجر اوقاف گوجرانوالہ کے ماتحت کون کون سے اضلاع ہیں؟

(ب) اس کے کنٹرول میں کتنی سرکاری اراضی ہے، ضلع وار تفصیل دی جائے؟

(ج) اس کے زیر کنٹرول کتنی اراضی ٹھیکہ پر ہے اور کتنی ناجائز قابضین کے زیر تصرف ہے؟

(د) اس کے زیر کنٹرول اراضی سے سال 2004 اور 2005 کی آمدن و خرچ کی تفصیل دی جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) 1۔ گوجرانوالہ اور 2۔ حافظ آباد

(ب) ضلع حافظ آباد میں محکمہ اوقاف کی کل اراضی 3843 کنال 3 مرلے اور ضلع گوجرانوالہ میں محکمہ اوقاف کی کل اراضی 4091 کنال 17 مرلے ہے تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اراضی ٹھیکہ پر ضلع حافظ آباد 3843 کنال 3 مرلے، ضلع گوجرانوالہ 4091 کنال 17 مرلے اراضی ناجائز قبضہ NIL NIL

(د) ضلع حافظ آباد اور ضلع گوجرانوالہ کی محکمہ اراضی سے سال 2004 اور 2005 کی آمدن و خرچ کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف لاہور کا دائرہ کار، پراپرٹی اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*7974: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف لاہور کے دائرہ کار کی تفصیل دی جائے؟

(ب) اس کے ماتحت کتنی اراضی، دکانیں، مزارات اور مساجد ہیں؟
(ج) ان مزارات، مساجد، دکانوں اور اراضی کی سال 05-2004 کی آمدن اور خرچ کی تفصیل دی جائے؟
(د) ناجائز قابضین سے رقبہ واگزار کروانے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) زونل ناظم اوقاف لاہور زون لاہور اپنے نظامت میں جملہ امور از قسم عدالتی، انتظامی، مالی کی نگرانی کے فرائض بطور سپروائزنگ اتھارٹی انجام دیتے ہوئے محکمانہ مفاد کے حصول کے لئے زون کا انچارج ہوتا ہے اور صدر دفتر کے اعلیٰ ترین نمائندہ کے طور گاہے بگاہے جاری شدہ ہدایات / احکام کی تعمیل و تکمیل کے لئے مسؤل ہیں۔
(ب) زونل ناظم اوقاف لاہور زون کے ماتحت کل اراضی 1467 ایکڑ 4 کنال / تعداد دکانات 1929 / تعداد مزارات /113 تعداد مساجد 109 ہے۔
(ج) ان مزارات، مساجد، دکانوں اور اراضی کی آمدن برائے سال 05-2004 درج ذیل ہے:۔

آمدن سال 05-2004	اخراجات سال 05-2004
10,06,47,683/-	3,58,79,564/-

(د) محکمہ اوقاف کی وقف جائیداد کو ناجائز قابضین سے واگزار کروانے کے لئے وقف پراپرٹی آرڈیننس کی شق نمبر 8-9 کے تحت نوٹس جاری کئے گئے، اس کے بعد بذریعہ پولیس / انتظامیہ ناجائز قابضین کی بے دخلی کی کارروائی مکمل کی جائے گی۔ بعض معاملات میں بوجہ مقدمات / حکم امتناعی بے دخلی کی کارروائی تشنہ تکمیل رہتی ہے جیسا کہ دربار حضرت بابا احمد شاہ رجی والا قصور کے معاملہ میں ناجائز قابضین کو بے دخل کرنے میں مقدمہ رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

مزار بی بی پاک دامن لاہور میں زائرین کے لئے سہولیات کی فراہمی

*8121: محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مزار بی بی پاک دامن لاہور پر روزانہ سینکڑوں عقیدت مند آتے ہیں جن کے بیٹھنے کے لئے کوئی مناسب جگہ نہ ہے اور نہ ہی بچوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ کوئی جگہ ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ مزار سے ملحقہ کوئی مناسب برآمدے یا شیلٹر نہ ہے جس میں بارش کے موسم میں زائرین آرام یا قیام کر سکیں؟

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مزار کی ہونے والی آمدن میں سے جو سالانہ کروڑوں میں ہے، خرچ کر کے زائرین کے آرام اور قیام کے لئے برآمدے یا شیلٹر بنانے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) یہ درست ہے کہ مزار بی بی پاک دامن لاہور پر روزانہ سینکڑوں عقیدت مند آتے ہیں۔ محکمہ اوقاف پنجاب نے مزار شریف کے ساتھ زائرین کے لئے خاص کر عورتوں اور بچوں کے لئے علیحدہ کمرہ اور برآمدہ تعمیر کیا ہوا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے بلکہ محکمہ اوقاف پنجاب نے مزار بی بی پاکدامن پر زائرین کو دھوپ اور بارش سے محفوظ رکھنے کے لئے دربار کی ترقیاتی سکیم 1995 میں برآمدہ / ہال / شیلٹر تعمیر کیا ہوا ہے۔

(ج) مندرجہ بالا سہولیات کے علاوہ محکمہ اوقاف پنجاب نے اپنے اگلے ترقیاتی مالی سال 2006-07 میں زائرین کی سہولت کے لئے ایک کروڑ روپے کی رقم سالانہ ترقیاتی پروگرام میں مختص کی ہے۔

مزار بی بی پاک دامن لاہور کی آمدن و خرچ کی تفصیل

*8122: محترمہ زیب النساء قریشی: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) مزار بی بی پاک دامن لاہور کب سے محکمہ کے زیر کنٹرول ہے؟

(ب) مذکورہ مزار محکمہ کے زیر کنٹرول آنے سے لے کر تاحال کتنی آمدن ہوئی ہے؟

(ج) مذکورہ مزار کی آمدن سے محکمہ نے تاحال مزار پر کس کس مد میں کتنی کتنی رقم خرچ کی ہے، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) دربار حضرت بی بی پاکدامن لاہور محکمہ اوقاف نے مورخہ 12-09-1967 کو اپنی تحویل میں لیا۔

(ب) دربار حضرت بی بی پاکدامن لاہور محکمہ کے زیر کنٹرول آنے سے اب تک مبلغ -/4,02,91,602 روپے کی آمدن ہوئی۔

(ج) دربار حضرت بی بی پاکدامن لاہور محکمہ اوقاف کے زیر کنٹرول آنے سے اب تک مبلغ -/1,50,83,660 روپے آج تک خرچ ہو چکے ہیں۔

ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کی پراپرٹی، ناجائز قابضین اور آمدن و خرچ کی تفصیل

*8269: محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کی ملکیتی اراضی اور دکانیں کس کس جگہ کتنی کتنی ہیں؟

(ب) کتنی اراضی اور دکانوں پر لوگوں نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے ناجائز قابضین کے نام، پتاجات اور زیر قبضہ زمین اور دکانوں کی تفصیل دی جائے؟

(ج) محکمہ اوقاف کو دکانوں اور اراضی سے کتنی آمدن سالانہ ہو رہی ہے؟

(د) محکمہ اوقاف ضلع شیخوپورہ کی سالانہ آمدن سال 05-2004 اور 06-2005 کی تفصیل دی جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع شیخوپورہ میں محکمہ اوقاف کے زیر تحویل 665 ایکڑ 4 کنال 13 مرلے وقف اراضی ہے جبکہ 197 دکانات و مکانات ہیں جن کی مکمل تفصیل بر فلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر تحویل وقف اراضی و دکانوں / مکانات پر ناجائز قابضین کے نام، پتاجات، زیر قبضہ زمین اور دکانوں کی تفصیل بر فلیگ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ضلع شیخوپورہ میں دکانوں اور اراضی کی سالانہ آمدن درج ذیل ہے:۔
سال2004-05دکانات / مکانات کی آمدن -/8,32,489وقف اراضیات کی آمدن
-/25,28,772میزان-/33,61,261
سال2005-06دکانات / مکانات کی مئی2006 تک آمدن-/11,00,328وقف
اراضیات کی آمدن -/29,20,095میزان-/40,20,423
(د) ضلع شیخوپورہ میں وقف جائیداد کی کل سالانہ آمدن بشمول کیش بکس ٹھیکہ، حفاظت
پاپوش، متفرق نذرانہ جات وغیرہ

آمدن سال2004-05	آمدن سال2005-06(مئی2006)
-/75,32,208	-/83,05,242

ضلع جھنگ، محکمہ اوقاف کے2004-06 کا بجٹ اور اخراجات

*8273: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:
(الف) ضلع جھنگ محکمہ اوقاف کے سال2004-05اور2005-06 کا بجٹ جو حکومت کی طرف سے فراہم کیا گیا اس کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟
(ب) ان سالوں کے دوران سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے پر خرچ کی گئی رقم کی تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟
(ج) ان سالوں کے دوران کتنی رقم سرکاری گاڑیوں کی مرمت پر اور کتنی رقم ڈیزل / پٹرول پر خرچ ہوئی، تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟
(د) ان سالوں کے دوران کتنی رقم کن کن ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوئی ان کاموں کے نام اور تخمینہ لاگت کی تفصیل دی جائے؟

وزیر اوقاف:
(الف) ضلع جھنگ میں محکمہ اوقاف نے دو سرکل قائم کئے ہیں ایک جھنگ سرکل کے نام سے موسوم ہے دوسرا شورکوٹ / شاہ صادق نہنگ کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ دونوں سرکل کے لئے محکمہ نے جو بجٹ منظور کیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔
جھنگ2004-05کا بجٹ-/34,66,550روپے اور2005-06کا بجٹ-/37,34,505روپے
شورکوٹ2004-05کا بجٹ-/13,82,150روپے اور2005-06کا بجٹ-/16,36,850روپے

(ب)

اخراجات 05-2004 جھنگ سرکل تنخواہ-/28,80,747 ٹی اے/ڈی اے-/37,064

اخراجات 06-2005 جھنگ سرکل تنخواہ-/29,45,230 ٹی اے/ڈی اے-/39,205

اخراجات 05-2004 شورکوٹ سرکل تنخواہ-/12,35,530 ٹی اے/ڈی اے 08,004

اخراجات 06-2005 شورکوٹ سرکل تنخواہ-/14,42,570 ٹی اے ڈی اے 47,349

(ج) نہ تو کوئی سرکاری گاڑی فراہم کی گئی اور نہ ہی مرمت اور پٹرول/ڈیزل پر کوئی رقم خرچ کی گئی۔

(د) تعمیراتی کام

تعمیر وضوخانہ دربار حضرت شاہ صادق نہنگ جھنگ	5,00,000/-
تعمیر برآمدہ وفرش بندی دربار پیر بکھا جھنگ	4,07,000/-
تعمیر طہارت خانہ جات دربار حضرت ہمو آنہ جھنگ	2,99,000/-
تعمیر وضو بلاک طہارت خانہ جات دربار حضرت وڑکی شاہ جھنگ	1,93,000/-
تعمیر وضو بلاک طہارت خانہ واٹر سپلائی دربار فتح شاہ بخاری جھنگ	1,99,000/-

ضلع جھنگ۔ محکمہ اوقاف کے سٹاف اور اسامیوں کی تفصیل

*8274: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع جھنگ میں تعینات ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، پتاجات اور ڈومی سائل کی تفصیل دی جائے؟

(ب) اس وقت اس ضلع میں کتنی اور کون کون سی کس کس گریڈ کی اسامیاں کب سے خالی ہیں نیز خالی اسامیوں پر کب تک تعیناتی ہو گی؟

(ج) ضلع جھنگ میں محکمہ اوقاف کے انچارج کا نام، عہدہ، گریڈ اور اس کا دفتر کس جگہ ہے، نیز حکومت کی طرف سے ان کو کیا کیا مراعات دی جا رہی ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) ضلع جھنگ میں تعینات ملازمین اوقاف کے نام، عہدہ، گریڈ، پتاجات اور ڈومیسائل کی تفصیل نشان (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس وقت تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ میں صرف ایک سینئر کلرک کی اسامی سکیل نمبر 7 خالی ہے۔ اس پر جلد ہی کسی اہلکار کی تعیناتی عمل میں لائی جائے گی کیونکہ یہ اسامی

ترقی کوٹا سے تعلق رکھتی ہے۔

(ج) ضلع جھنگ میں محکمہ اوقاف کے انچارج کا نام رائے محمد افضال ہے۔ وہ گریڈ 16 میں بطور منیجر اوقاف تعینات ہیں اور ان کا دفتر محلہ ابیٹ پورہ، نزد پرانی چونگی نمبر 8 بھکر روڈ جھنگ میں واقع ہے۔ منیجر اوقاف جھنگ کو قواعد کے مطابق سکیل نمبر 16 کی مروجہ مراعات دی جا رہی ہیں۔

اوقاف بورڈ پنجاب، ڈی جی اور ڈائریکٹر کی تعداد و تفصیل

*8298: محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب اوقاف بورڈ میں ڈائریکٹرز، ڈائریکٹر جنرل، ڈپٹی ڈائریکٹرز اور اسسٹنٹ ڈائریکٹرز کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد کتنی ہے، تفصیل اسامی وار فراہم کی جائے؟

(ب) ان اسامیوں پر تعینات افراد کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور تجربہ کی تفصیل دی جائے؟

(ج) اس وقت جو آفیسرز اپنے سکیل سے ہائر سکیل کی اسامیوں پر کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(د) ان میں سے کتنے افسران کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائیاں کس کس بناء پر ہو رہی ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) اوقاف آرگنائزیشن پنجاب میں ڈائریکٹرز، ڈپٹی ڈائریکٹر اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی اسامیوں کی تفصیل درج ذیل ہے جبکہ اوقاف میں ڈائریکٹر جنرل کی کوئی اسامی نہ ہے۔

1۔ ڈائریکٹرز 6 عدد (ایڈمن، فنانس، اسٹیٹ، مذہبی امور، پراجیکٹ، تعلقات عامہ)

2۔ ڈپٹی ڈائریکٹرز 5 عدد (ایڈمن، فنانس، مذہبی امور، اسٹیٹ اول و دوئم)

3۔ اسسٹنٹ ڈائریکٹرز 8 عدد (ایڈمن اول، دوئم، مقدمات، مذہبی امور اول، دوئم، اسٹیٹ، اکاؤنٹس، ایوان صوفیا)

(ب) تفصیل بر نشان (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اس وقت تین ڈائریکٹرز اور ایک اسسٹنٹ ڈائریکٹر ہائر سکیل کی اسامیوں پر کام کر رہے ہیں ان کے نام، عہدہ اور گریڈ درج ذیل ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ڈائریکٹرز کی

اسامیاں سکیل نمبر18/19کی فلوٹنگ پوسٹیں ہیں۔

1۔ محمد یثرب ہنجرا ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن اوقاف سکیل نمبر18(سکیل19کی اسامی کے مجاز مستعار بنیادوں پر تعینات ہیں)

2۔ رشید احمد ملی ڈائریکٹر فنانس سکیل نمبر18(سکیل19کی اسامی کے مجاز مستعار بنیادوں پر تعینات ہیں)

3۔ اقبال احمد ڈائریکٹر اسٹیٹ سکیل نمبر18(سکیل19کی اسامی کے مجاز مستعار بنیادوں پر تعینات ہیں)

4۔ ضیاء المصطفیٰ اسسٹنٹ ڈائریکٹر ایوان صوفیاء سکیل نمبر16(سکیل نمبر17کی اسامی کے مجاز تعینات ہیں)

(د) اس وقت ان میں سے کسی بھی آفیسر کے خلاف قانونی اور محکمانہ کارروائی نہ ہو رہی ہے۔

لاہور۔ محکمہ اوقاف کی رہائش گاہوں سے متعلقہ تفصیلات

*8299: محترمہ فائزہ احمد: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) محکمہ اوقاف کی لاہور میں کس کس جگہ رہائش گاہیں ہیں، یہ کتنی اور کس گریڈ کے ملازمین کے لئے ہیں؟

(ب) ان کی تزئین و آرائش پر سال05-2004اور06-2005کے دوران کتنی رقم خرچ ہوئی؟

(ج) ان رہائش گاہوں کے الاٹی افسران/اہلکاران کے نام، عہدے اور گریڈ کیا ہیں؟

(د) ان رہائش گاہوں میں جن افراد نے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کیا ہیں؟

(ہ) قابضین سے یہ رہائش گاہیں خالی کروانے کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) اوقاف آرگنائزیشن پنجاب کے زیر انتظام لاہور میں دو جگہوں پر(داتا دربار ہسپتال اور شاہ کمال) کل79رہائش گاہیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اوقاف کالونی شاہ کمال

2کوٹھیاں	سکیل نمبر19,18
3کوٹھیاں	سکیل نمبر17,18

6کوارٹر	سکیل نمبر12تا16
30کوارٹر	سکیل نمبر5تا11
2کوارٹر	سکیل نمبر1تا4

داتادربارہسپتال لاہور

8کوٹھیاں	سکیل نمبر17,18
14کوارٹر	سکیل نمبر12تا16
13کوارٹر	سکیل نمبر1تا11

(ب) ان رہائشوں کی تعمیر مرمت و آرائش پر سال 05-2004اور 06-2005کے دوران -/29,23,769روپے کے اخراجات کئے گئے ہیں۔

(ج) نقل نشان(الف)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) ان رہائش گاہوں پر کسی اہلکار نے ناجائز قبضہ نہ کرر کھا ہے۔

(ہ) چونکہ کسی رہائش پر ناجائز قبضہ نہ ہے، اس لئے خالی کروانے کے لئے کسی کارروائی کی ضرورت نہ ہے۔

لاہور دفتر ڈی جی اوقاف۔ گاڑیوں سے متعلقہ تفصیلات

*8330: شیخ تنویر احمد: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈائریکٹر جنرل اوقاف کے زیر انتظام کتنی گاڑیاں ہیں، ان کے نمبر اور ماڈل بیان فرمائیں؟

(ب) یہ گاڑیاں جن آفیسرز کے زیر استعمال ہیں، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(ج) ان گاڑیوں کی سال 05-2004اور 06-2005کے دوران مرمت پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے؟

(د) ان سالوں کے دوران ان گاڑیوں کے لئے پٹرول / ڈیزل کی خرید پر کتنی رقم خرچ ہوئی اور یہ کن کن کمپنیوں سے پٹرول / ڈیزل خرید کیا گیا؟

وزیراوقاف:

(الف) اوقاف آرگنائزیشن میں ڈائریکٹر جنرل کا کوئی عہدہ نہ ہے بلکہ چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف انتظامی سربراہ ہیں جن کے زیر انتظام 15 عدد گاڑیاں ہیں جن کی تفصیل برفلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گاڑیاں جن آفیسران کے زیر استعمال ہیں ان کے نام، عہدہ جات اور گریڈ کی تفصیل برنشان (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) گاڑیوں پر سال 2004-05 اور 2005-06 کے دوران بالترتیب -/8,37,058 اور -/9,22,050 روپے کل مبلغ -/17,59,108 روپے صرف ہوئے۔

(د) گاڑیوں پر سال 2004-05 اور 2005-06 کے دوران بالترتیب -/12,67,850 اور -/14,76,537 کل مبلغ -/6827,44,387 روپے خرچ ہوئے اور میسرز جن فلنگ سٹیشن سروس 29 فاطمہ جناح روڈ لاہور سے خرید کیا گیا۔

بادشاہی مسجد لاہور میں موجود تبرکات سے متعلقہ تفصیلات

*8362: محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) بادشاہی مسجد میں موجود تبرکات کی کیا پوزیشن ہے؟

(ب) یہ نعلین مبارک کب اور کس ملک اور شخصیت سے حاصل کئے گئے؟

(ج) کمرہ نمبر 1 کے کیبن نمبر 1 میں مقدس تبرکات کو چھپکلیوں سے پہنچنے والے نقصان کا ازالہ کس طرح ممکن ہے اور سیکرٹری اوقاف کے دورہ بادشاہی مسجد 10 مئی کے نتیجے میں کیا عملدرآمد ہوا؟

(د) کون کون سے تبرکات پچھلے دس سالوں کے دوران چوری ہوئے اور ان کے بارے میں کیا کچھ اقدامات اٹھائے گئے ہیں؟

(ہ) تبرکات کی گیلری کی حفاظت اور تزئین و آرائش کس کی ذمہ داری ہے اور گزشتہ دس سالوں میں اس پر کتنے اخراجات ہوئے ہیں، تفصیل سال وار فراہم کی جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) بادشاہی مسجد لاہور میں رکھے گئے تبرکات مقدسہ سال 1983 سے یہاں پر محفوظ ہیں جن کی حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل فول پروف انتظامات کئے گئے ہیں۔

I۔ تبرکات گیلری میں لوہے کے دروازے (Steel Grated Doors) لگائے گئے ہیں۔

II۔ سکیورٹی گارڈز، سکیورٹی کے انتظامات احسن طریق سے انجام دیتے ہیں۔

III۔ تبرکات مقدسہ کے شوکیسز پر دوہرے unbreakable شیشے لگائے گئے ہیں۔

IV۔ چوکیدار اور سکیورٹی گارڈز ہمہ وقت ڈیوٹی پر موجود رہتے ہیں۔

V۔ تبرکات مقدسہ کی گیلریوں میں کلوز سرکٹ کیمرے نصب کئے گئے ہیں۔

(ب) انجمن اسلامیہ لاہور نے ربیع الاول 1301ھ 1883 عیسوی شاہی قلعہ سے بادشاہی مسجد لاہور منتقل کئے۔

(ج) تبرکات مقدسہ کے کمرہ نمبر 1 کے کیبن نمبر 1 کو اس طرح بند کیا گیا ہے کہ اس کے اندر کسی قسم کی چیز کا داخلہ ممکن نہ ہے اور بادشاہی مسجد لاہور میں مورخہ 10۔ مئی 2006 کو جناب سیکرٹری اوقاف پنجاب کا دورہ معمول کا دورہ تھا۔

(د) صرف ایک نعلین مبارک صلی اللہ علیہ وسلم چوری ہوا ہے جس کی بازیابی کے لئے اعلیٰ سطحی کوششیں جاری ہیں اور محکمہ نے اس کی بازیابی پر مبلغ بیس لاکھ روپے کا انعام بھی مقرر کر رکھا ہے۔

(ہ) تبرکات مقدسہ کی حفاظت محکمہ اوقاف پنجاب اور محکمہ آثار قدیمہ پنجاب کی ذمہ داری ہے اور گزشتہ دس سالوں میں ان کی maintenance اور سکیورٹی عملہ کی تنخواہوں پر کل اخراجات تقریباً انچاس لاکھ روپے ہوئے ہیں جو سالانہ تقریباً چار لاکھ نوے ہزار روپے بنتے ہیں۔

سیالکوٹ۔ محکمہ اوقاف کی اراضی کی اوپن آکشن سے متعلقہ تفصیلات

*8392: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 06-05-09 کو محکمہ اوقاف سیالکوٹ نے زرعی اراضی تعدادی 107 k-1 M ملحقہ مسجد خانقاہ والی موضع ساہووالہ تحصیل سمبڑیال ضلع سیالکوٹ اوپن آکشن میں رکھی؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اوپن آکشن میں کل چار افراد نے حصہ لیا؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ زائد بولی دینے والے کو ڈسٹرکٹ منیجر اوقاف سیالکوٹ نے سالم رقم مبلغ-/46,000روپے وصول کر کے اراضی مذکورہ ٹھیکہ /پٹہ برائے سال از خریف 2006تا ربیع2007دے دی؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ اوپن آکشن میں ٹھیکہ /پٹہ پر دی گئی اراضی محکمہ نے بولی دہندہ کے نام کنفرم نہ کی ہے؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ جناب سیکرٹری اوقاف پنجاب نے مورخہ09-05-06کو اوپن آکشن میں لی گئی اراضی کو منسوخ کر کے قبضہ گروپوں کی پیش کش کو قبول کر کے دوبارہ نیلامی مورخہ29-05-06رکھی ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) جی ہاں۔ نیلام عام میں رکھی گئی۔

(ب) نیلام کے موقع پر12افراد حاضر تھے جبکہ چار افراد نے بولی میں حصہ لینے کے لئے زر ضمانت جمع کروائی۔

(ج) اس حد تک درست ہے کہ آخری بولی دینے والے سے سالم رقم مبلغ-/46,000روپے تابع منظوری آفیسر مجاز رسید وصول کی گئی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہر نیلام تابع منظوری آفیسر مجاز کی جاتی ہے اور اراضی کا بعداز منظوری قبضہ خریف2006کو دیا جانا تھا۔

(د) یہ درست ہے کہ مجاز اتھارٹی نے آخری بولی زر پٹہ کم ہونے کی بناء پر مسترد کر دی اور اراضی کو دوبارہ بذریعہ نیلام عام پٹہ پر دینے کا حکم دیا۔

(ہ) اس حد تک یہ درست ہے کہ جناب سیکرٹری /چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب نے اس نیلامی کے خلاف اراضی کے حصول کے لئے مسمی آفتاب راجہ کی تحریری پیشکش مبلغ -/92,000روپے پر اراضی کا پٹہ برسر عام دوبارہ نیلام کرنے کا حکم دیا جس پر زونل ناظم اوقاف گوجرانوالہ / منیجر اوقاف سیالکوٹ نے اس اراضی کو نیلام کرنے کے لئے مورخہ29-06-2006مقرر کر دی۔ اسی اثناء میں ایک اور شخص مسمی چودھری محمد صدیق نے اسی اراضی کے حصول کے لئے مبلغ-/3,00,000روپے کی تحریری پیشکش

کی چونکہ اراضی کے پٹہ کو پہلے ہی محکمانہ مفاد میں بر سر عام نیلام کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ لہذا پیشکش کنندہ کو اپنی زر پیشکش جمع کروا کر نیلام میں حصہ لینے کی ہدایت کی گئی۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ بذریعہ بر سر عام نیلامی میں کوئی بھی شخص حصہ لے سکتا ہے۔

صدر بازار سیالکوٹ۔ محکمہ اوقاف کی پراپرٹی اور اس سے متعلقہ تفصیلات

*8409(A): جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صدر بازار سیالکوٹ کینٹ میں محکمہ اوقاف کی کس کس جگہ اراضی، دکانیں اور مکانات ہیں، ان پر قابض لوگوں کے نام اور پتاجات بیان فرمائیں؟

(ب) محکمہ اوقاف کی اراضی یکم جنوری 2004 سے آج تک کن کن افراد کو کن کن شرائط پر الاٹ کی گئی؟

(ج) یکم جنوری 2004 سے آج تک محکمہ اوقاف کی اراضی، دکانوں اور مکانات کے کرائے کتنی بار بڑھائے گئے ہر دفعہ کرایوں میں کتنے فیصد اضافہ کیا گیا؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ صدر بازار سیالکوٹ کینٹ میں واقع محکمہ اوقاف کی اراضی پر قابض لوگوں کے کرایوں میں حال ہی میں یکدم تین سو سے لے کر ایک ہزار فیصد تک اضافہ کر دیا گیا ہے؟

(ہ) کیا حکومت یہ حالیہ اضافہ واپس لینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) محکمہ اوقاف حکومت پنجاب کے زیر تحویل صدر بازار سیالکوٹ میں کوئی وقف جائیداد نہ ہے۔

(ب) ۔ایضاً۔

(ج) ۔ایضاً۔

(د) ۔ایضاً۔

(ہ) ۔ایضاً۔

زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف فیصل آباد۔ سٹاف، گاڑیوں اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*8463: رانا آفتاب احمد خان۔ کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف فیصل آباد کے ماتحت کون کون سے اضلاع ہیں؟

(ب) ان کے ماتحت گریڈ16 اور اوپر کے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، تجربہ، ڈومیسائل اور عرصہ تعیناتی بیان فرمائیں؟

(ج) ان کے زیر استعمال گاڑیوں کے نمبر وماڈل کی تفصیل دی جائے؟

(د) ان سرکاری ملازمین کی گاڑیوں کے سال 05-2004 اور 06-2005 کے مرمت اور پٹرول / ڈیزل کے اخراجات کی تفصیل بیان فرمائیں؟

(ہ) ان سرکاری ملازمین کو سال 05-2004 اور 06-2005 کے دوران ادا کردہ تنخواہوں اور ٹی اے / ڈی اے کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر اوقاف:

(الف) زونل ایڈمنسٹریٹر فیصل آباد کے ماتحت چار اضلاع آتے ہیں۔
ضلع فیصل آباد، ضلع جھنگ ماسوائے تحصیل چنیوٹ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ، ضلع ننکانہ صاحب

(ب) ان کے ماتحت گریڈ16 اور اوپر کے 8 ملازمین فرائض سرانجام دے رہے ہیں جن کے کوائف فلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

(ج) زونل ایڈمنسٹریٹر فیصل آباد کے ماتحت کسی آفیسر / ملازم کو سرکاری گاڑی فراہم نہ کی گئی ہے۔

(د) چونکہ ان ملازمین کے زیر استعمال کوئی گاڑی نہ ہے لہذا اخراجات بھی نہ ہوئے ہیں۔

(ہ) سال 05-2004 اور 06-2005 میں گریڈ16 اور اوپر کے ملازمین فیصل آباد کو ادا کردہ تنخواہوں اور ٹی اے/ڈی اے کی تفصیل فلیگ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف، فیصل آباد کے زیر انتظام پراپرٹی سے متعلقہ تفصیلات

*8464: رانا آفتاب احمد خان۔ کیا وزیر اوقاف از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف فیصل آباد کے ماتحت کتنی سرکاری اراضی اور دکانات کس کس جگہ ہیں؟

(ب) ان دکانوں اور اراضی کی سال 2004-05 اور 2005-06 کی آمدنی کی تفصیل دی جائے؟

(ج) ان دکانوں اور اراضی میں سے کتنی پر لوگوں / سرکاری افراد نے قبضہ کر رکھا ہے ان کے نام، پتاجات اور زیر قبضہ دکانوں / اراضی کی تفصیل دی جائے؟

(د) کتنی اراضی پٹہ / ٹھیکہ پر دی گئی ہے اور کتنی اراضی خالی پڑی ہے خالی اراضی کی تفصیل محل وقوع کے ساتھ فراہم کریں؟

(ہ) یکم جنوری 2004 سے آج تک کتنی اراضی کن کن افراد کو کن شرائط پر الاٹ کی گئی ہے؟

وزیر اوقاف:

(الف) زونل ایڈمنسٹریٹر اوقاف فیصل آباد کے ماتحت وقف اراضیات، دکانات اور مکانات کی مکمل تفصیل بر فلیگ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) فیصل آباد زون میں ان وقف اراضیات اور دکانات کی آمدن کی تفصیل درج ذیل ہے:

آمدن وقف اراضیات	برائے سال 2004-05	1,64,91,700/-
	برائے سال 2005-06	74,83,513/-
آمدن دکانات	برائے سال 200-05	63,25,294/-
	برائے سال 2005-06	66,17,074/-

(ج) فیصل آباد زون کی کسی وقف اراضی / دکان پر سال 2005-06 اور 2004-05 میں کسی فرد یا سرکاری ملازم نے کوئی قبضہ نہیں کیا ہے۔

(د) فیصل آباد زون میں سال 2005-06 اور 2006-07 کے لئے پٹہ پر 1867 ایکڑ 4 کنال 5 مرلے اراضی ہے اور 6021 ایکڑ 6 کنال 9 مرلے اراضی پٹہ پر نہ دی جا سکی ہے۔ مکمل تفصیل بر فلیگ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) فیصل آباد زون میں کوئی اراضی کسی فرد کو الاٹ نہ کی گئی ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

بیدیاں روڈ لاہور کینٹ، لوکل گورنمنٹ کی اراضی اور قیمت فروخت سے متعلقہ تفصیل

407: **محترمہ شاہین عتیق الرحمٰن:** کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

لوکل گورنمنٹ کی ملکیتی اراضی جو بیدیاں روڈ لاہور کینٹ میں واقع ہے جن افراد کو فروخت کی گئی، ان کے نام اور فی ایکڑ قیمت فروخت سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اوقاف:

یہ سوال لوکل گورنمنٹ سے متعلق ہے محکمہ اوقاف سے متعلقہ نہ ہے تاہم بیدیاں روڈ موضع اوپل میں محکمہ اوقاف سرکل نمبر 5 لاہور کے دربار حضرت میاں میر سے ملحقہ 8 کنال 7 مرلے زرعی اراضی موجود ہے جو کہ زرعی مقاصد کے لئے نبی خان ولد مولا بخش کو سال 07-2006 ایک سال کے لئے مبلغ -/66,660 روپے پٹہ پر دی گئی ہے۔

ڈیرہ چاہل لاہور کینٹ۔ محکمہ مقامی حکومت کی اراضی اور فروخت سے متعلقہ تفصیل

433: **محترمہ شاہین عتیق الرحمٰن:** کیا وزیر اوقاف ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور کینٹ میں ڈیرہ چاہل (مرحوم وزیر اعظم ملک معراج خالد کے گاؤں) کے سامنے واقع محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کی اراضی جو کئی ایکڑ پر مشتمل ہے، کیا یہ ابھی تک محکمہ کے قبضہ میں ہے یا دوسرے لوگوں کو منتقل کر دی گئی ہے؟

(ب) اگر درج بالا کا جواب اثبات میں ہے تو یہ اراضی کن لوگوں کو منتقل کی گئی ہے یا اگر یہ اراضی فروخت کی گئی ہے، تو کن لوگوں کو فروخت کی گئی ہے؟

(ج) متذکرہ اراضی حاصل کرنے والوں کے نام اور اراضی کی تفصیل نیز اراضی کی ملکیت محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کے نام سے دوسرے لوگوں کے نام کرنے کے طریق کار کے بارے میں ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر اوقاف:

(الف) بمطابق ریکارڈ موضع ڈیرہ چاہل تحصیل کینٹ لاہور مقامی حکومت و دیہی ترقی کی ملکیت نہ ہے۔ یہ رقبہ تعدادی 39 کنال 8 مرلے ملحقہ دربار حیدر شاہ موضع ڈیرہ چاہل محکمہ اوقاف کی ملکیت ہے اور محکمہ اوقاف سے ہر سال پٹہ پر زرعی مقاصد کے لئے نیلام کرتا ہے۔ سال 07-2006 کے لئے یہ رقبہ مسمی فقیر علی ولد شاہ محمد اعوان نے مبلغ -/35,805 روپے میں حاصل کیا ہے۔

(ب) اس کا جواب پیرا (الف) میں دے دیا گیا ہے۔

(ج) یہ اراضی کسی بھی شخص کو منتقل نہیں کی گئی بلکہ محکمہ اوقاف کی ملکیت ہے۔

چودھری زاہد پرویز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر! جس طرح وزیر اعظم پاکستان نے ڈی اے پی کھاد کی قیمت کم کی ہے اس سے کاشتکاروں کو کافی حد تک ریلیف ملا ہے۔ اب کھاد کی جو نئی قیمت مقرر ہوئی ہے اس کا جواب تو ہمارے ایگریکلچر منسٹر ہی دیں گے۔ لیکن میں آپ کی وساطت سے یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کاشتکاروں کو بجلی کا جو بل ادا کرنا پڑتا ہے اس پر وزیر اعلیٰ صاحب نے 20 فیصد رعایت دی ہے وہ بھی ان موٹروں پر جو رات کو چلائی جائیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ بجلی کے بل میں کم از کم 50 فیصد رعایت دی جانی چاہئے وگرنہ 25 فیصد تو ضرور دینی چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ یہ تو پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا لیکن آپ کی proposal اچھی ہے۔ تشریف رکھیں۔

تحاریک استحقاق

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک استحقاق take up کرتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 48 محترمہ لیلیٰ مقدس صاحبہ کی طرف سے ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! کل مزاری صاحب چیئر کر رہے تھے تو میں نے پنجاب یونیورسٹی کے اندر جو ایک عرصے سے ظلم و تشدد اور جبر کا سلسلہ چل رہا ہے۔ اب تک چالیس کے اوپر طلباء کا اخراج ہو چکا ہے۔ طلباء کا احتجاج محض یہ ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں میوزکیالوجی کا شعبہ کھولا گیا ہے۔ میں نے کل قرآن کی ایک آیت اور اللہ کے نبی ﷺ کی ایک حدیث کا حوالہ بھی دیا تھا کہ یہ department کھولنا کسی طریقے بھی ہمارے قرآن، شریعت، حدیث اور ہماری روایات کے مطابق نہ ہے۔ میں نے مطالبہ کیا تھا کہ یہ ڈیپارٹمنٹ بھی بند ہوں اور جو اتنی ساری rustications ہوئی ہیں وہ واپس لی جائیں۔ اس وقت سپیکر صاحب نے رولنگ دی تھی کہ جب وزیر تعلیم آ جائیں گے تو تب آپ یہ بات اٹھائیں۔ اس وقت وزیر تعلیم تشریف فرما ہیں میری گزارش ہے کہ یہ ایک اہم معاملہ ہے اس کے بارے میں وہ کوئی جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: بہتر یہ ہے کہ آپ ان کو چیمبر میں مل لیں اور وزیر صاحب سے میں امید کرتا ہوں کہ وہ آپ کو مطمئن کریں گے۔ جی، محترمہ لیلیٰ مقدس صاحبہ!۔۔۔ آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

تھانہ سٹی حافظ آباد کے ایس ایچ او کا معزز خاتون رکن اسمبلی سے ناروا سلوک

محترمہ لیلیٰ مقدس: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ چند روز قبل میں اپنے قریبی عزیز جن کو تھانہ سٹی حافظ آباد پولیس نے بغیر کسی قانونی وجہ کے ایف آئی آر اور مقدمہ کے اندراج کے گرفتار کر لیا تھا۔ ان کا پتا کرنے کے لئے تھانہ ہذا گئی تو ایس ایچ او تھانہ ہذا کو اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ آپ نے ایک تو بلاوجہ ایک اور جھوٹے مقدمے کا اندراج کر کے میرے قریبی عزیز کو گرفتار کیا اور پھر ہمارے سیاسی مخالفین کے ایماء پر ان پر تشدد بھی کیا ہے جبکہ آپ کسی بھی قاعدہ اور قانون کے تحت ایسا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنے عزیز کو علیحدگی میں کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ملنا چاہتی ہوں تو انہوں نے کہا کہ آپ اس کو نہیں مل سکتیں، پہلے تو آپ کی سیاسی ساکھ ان کی وجہ سے خراب ہو چکی ہے مزید اگر آپ نے ان کو ملنے کی کوشش کی تو میں یہ عزت بھی نہیں رہنے دوں گا۔ اس کے علاوہ اور بھی انہوں نے میرے خلاف نازیبا الفاظ کہے جو میں بیان نہیں کر

سکتی۔ان کے ان الفاظ سے نہ صرف میرا بلکہ اس معزز ایوان کا بھی استحقاق مجروح کیا ہے لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! مجھے ابھی اس تحریک کی کاپی ملی ہے۔ براہ مہربانی! اس کو pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر 48 پیر تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک استحقاق محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) صاحبہ!

گورنمنٹ گرلز ماڈل ہائی سکول بہاولنگر کی ہیڈ مسٹریس کا معزز خاتون رکن اسمبلی کا فون سننے سے انکار

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 10-اکتوبر 2006 بوقت 12.25 ایک نہایت ہی اہم مفاد عامہ سے تعلق رکھنے والے مسئلہ پر گورنمنٹ گرلز ماڈل ہائی سکول بہاولنگر کی ہیڈ مسٹریس محترمہ ثمینہ عفار سے اسمبلی سیکرٹریٹ سے ٹیلی فون پر بات کرنا چاہی۔ اسمبلی آپریٹر نے فون ملایا اور ہیڈ مسٹریس کو بتایا کہ ثمینہ نوید، ایم پی اے بات کرنا چاہتی ہیں تو اس نے ایم پی اے کا سن کر فون بند کر دیا۔ آپریٹر نے کچھ دیر بعد دوبارہ فون ملایا تو ہیڈ مسٹریس نے فون پر سرکاری نمبر دیکھ کر ریسیور ٹیلی فون سے علیحدہ کر دیا کیونکہ مجھے ان کی باتوں کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ تقریباً 10 منٹ تک میں نے انتظار کیا کہ شاید کسی وقت ریسیور اٹھالیں اور بات ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا اور میں نے فون بند کر دیا۔ آپریٹر سے کہا کہ کچھ دیر بعد دوبارہ ملاؤ۔ آپریٹر نے کافی کوشش کی، کئی بار فون ملایا مگر ریسیور علیحدہ رکھا ہوا تھا اس لئے فون نہ ملا تقریباً آدھے گھنٹے بعد فون ملا ہیڈ مسٹریس نے فون اٹھایا تو میں نے اپنا تعارف کروانا چاہا تو اس نے میری بات سنے بغیر اپنی بات شروع کر دی اور جواباً کہا کہ میرے پاس ٹائم نہیں ہے اس لئے میں آپ سے بات نہیں کر سکتی۔ میں نے بڑا اصرار کیا کہ محترمہ میری صرف ایک بات سن لیں بے شک آپ فون نہ سنیں مگر بغیر ہولڈ کروائے ریسیور کو

فون سے علیحدہ کرنا اخلاقیات کے خلاف ہے۔ میری اس بات پر محترمہ غصہ میں آ گئی اور عوامی نمائندوں کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے لگی اور میری بات سننے سے انکار کر دیا۔ ہیڈ مسٹریس جو سرکاری ملازم ہے کا ٹیلیفون ریسیور سے علیحدہ کرنا، عوامی نمائندوں کی بات سننے سے انکار کرنے اور عوامی نمائندوں کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرنے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں short statement یہ دینا چاہوں گی کہ محترمہ کے خلاف ایک درخواست آئی تھی۔ جو کہ کوثر محبوب پی ٹی سی ٹیچر گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول بہاولنگر نے مجھے یہ درخواست دی تھی کہ یہ محترمہ ثمینہ غفار ہیڈ مسٹریس ان کو by force پابند کر رہی ہیں کہ آپ پی ٹی سی ٹیچر ہونے کے باوجود 7th اور 8th کلاسز کے عربی مضمون کو پڑھائیں۔ حالانکہ رولز کے مطابق کوئی بھی پی ٹی سی ٹیچر پرائمری حصہ کو پڑھانے کی پابند ہوتی ہے، اس کے علاوہ آپ اسے 7th اور 8th کلاس کو پڑھانے کے لئے پابند نہیں کر سکتے۔ اگر وہ رضاکارانہ طور پر، اپنی مرضی سے، اپنی خوشی سے کلاس لینا چاہے تو یہ الگ بات ہے لیکن کوئی ایسا قانون نہیں ہے کہ پی ٹی سی ٹیچر جو کہ پرائمری حصوں کو پڑھانے کی پابند ہیں آپ ان کو 7th اور 8th کلاس کے لئے پابند نہیں کر سکتے کہ وہ اسے لازمی پڑھائے۔ اس ہیڈ مسٹریس کے خلاف یہ ایک درخواست آئی تھی اور اسی سلسلہ میں میں ہیڈ مسٹریس سے بات کرنا چاہ رہی تھی کہ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کس رولز اور کس قانون کے تحت by force کہہ رہی ہیں کہ وہ 7th اور 8th کی عربی کلاسز لیں لیکن ہیڈ مسٹریس نے بڑی بدتمیزی کی ہے۔ ویسے بھی میں وزیر تعلیم سے درخواست کروں گی کہ وہ اس بات پر بھی ایکشن لیں کہ جب آپ اس طرح سے ٹیچر کو پابند کریں گے تو میرا خیال ہے کہ وہ ٹیچر تو اپنی کلاس لے سکے گی اور نہ دوسری کلاس کو صحیح طریقے سے پڑھا سکے گی۔ اگر کوئی ایسا قانون ہے کہ پرائمری ٹیچر کو آپ مڈل کلاس کے لئے پابند کر رہے ہیں تو یہ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، وزیر تعلیم!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ) صاحبہ کی جو تحریک استحقاق ہے یہ 12-اکتوبر کو آپ کے سیکرٹریٹ میں جمع ہوئی اور آج جاری ہوئی ہے تو مجھے ابھی ملی ہے۔ اس کے

لئے مجھے وقت درکار ہے تاکہ میں سارے حقائق آپ کے سامنے لاؤں اور آپ کو تفصیلی جواب دے سکوں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک Monday تک pending کی جاتی ہے۔ جواب آ جائے پھر اس پر بات ہو جائے گی۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں اس سے پہلے تحاریک التوائے کار پر کارروائی کا آغاز کریں میں اراکین کی توجہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1997 کے قاعدہ 83(e) کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ جس میں تحریر ہے کہ ایسی تحاریک التوائے کار جن پر بحث کے لئے پہلے سے تاریخ مقرر کی جا چکی ہو وہ اسمبلی میں پیش نہ کی جا سکتی ہیں۔ چونکہ امن عامہ پر بحث کے لئے مورخہ 13-اکتوبر 2006 کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے لہذا مندرجہ ذیل تحاریک التوائے کار ایوان میں پیش نہیں ہوں گی۔ ان میں تحریک نمبر 742 شیخ اعجاز احمد، 746 شیخ اعجاز احمد، 748 سید احسان اللہ وقاص، جناب ارشد محمود بگو، ڈاکٹر سید وسیم اختر، 749 سید احسان اللہ وقاص، چودھری محمد شوکت، محترمہ زیب النساء قریشی صاحبہ، 751 سید احسان اللہ وقاص، 753 سید احسان اللہ وقاص، 758 لالہ شکیل الرحمن، چودھری زاہد پرویز، 779 شیخ اعجاز احمد، 781 رانا آفتاب احمد خان، جناب سمیع اللہ خان، راجہ ریاض احمد، محترمہ فرزانہ راجہ، محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری، 789 شیخ اعجاز احمد، 800 جناب سمیع اللہ خان، 812 جناب ارشد محمود بگو۔ تحریک التوائے کار نمبر 739 محترمہ خالدہ منصور صاحبہ کی ہے، جی، محترمہ اپنی تحریک پڑھیں۔

صوبہ کے میڈیکل کالجوں میں اوپن میرٹ کے مقابلہ میں سیلف فنانس سکیم کے تحت کم نمبروں والے طلباء کو داخلہ دینا

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہائر ایجوکیشن کمیشن اسلام آباد نے پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں سے سیلف فنانس سکیم کے خاتمہ کا اعلان کیا ہے جس کے پیش نظر صوبہ سرحد کے تمام میڈیکل کالجوں میں

داخلہ کی سیلف فنانس سکیم ختم کر دی گئی ہے جبکہ اس کے برعکس پنجاب کے میڈیکل کالجوں میں سیلف فنانس سکیم کے تحت باقاعدہ داخلے ہو رہے ہیں اور اس سکیم کے تحت میڈیکل کی ایک ایک سیٹ ساڑھے بارہ بارہ لاکھ روپے میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے بچوں کو فروخت کی جا رہی ہے کیونکہ پنجاب کے میڈیکل کالجوں میں ایک ایک نمبر کے لئے سخت مقابلے کی فضا ہوتی ہے اور پنجاب کے ساتھ میڈیکل کالجوں میں سیلف فنانس کی 140 جبکہ شیخ زید میڈیکل کالج اور سروسز ہسپتال لاہور میں سیلف فنانس کی 200 سیٹیں ہیں اور یہ سیلف فنانس ہی کا کمال تھا کہ گزشتہ سال میڈیکل کالجوں میں 80 فیصد نمبر حاصل کر کے اوپن میرٹ پر آنے والے طلباء کی بجائے 75 فیصد نمبر حاصل کرنے والے امیروں اور وڈیروں کے بچے میڈیکل کے سٹوڈنٹ بن گئے اور 80 فیصد نمبر حاصل کرنے والے داخلوں سے محروم رہ گئے۔ سیلف فنانس سکیم کے تحت اوپن میرٹ پر آنے کے باوجود داخلہ سے محروم رہنے والے طلباء اور ان کے والدین بالخصوص اور پنجاب کے عوام بالعموم سراپا احتجاج ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: چونکہ وزیر صحت تشریف نہیں رکھتے تو پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! اگرچہ مجھے یہ تحریک التوائے کار ملی نہیں لیکن میں محترمہ کو جواب دے دیتی ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! جب میڈیکل کالجز میں ایڈمشن کا لائحہ عمل بنایا گیا تو وہ بالکل کرسٹل کلیئر ہے۔ اس کے لئے اخبارات میں اشتہار دیا جاتا ہے اور Fsc میں 65 فیصد سے زائد نمبر حاصل کرنے والے apply کرتے ہیں۔ اس کا انٹری ٹیسٹ ہوتا ہے۔ انٹری ٹیسٹ میں نمبر حاصل کئے جاتے ہیں اور جو topper لوگ ہیں اور ان کے Fsc کے نمبر ملا کر average نکالی جاتی ہے جیسے 951 نمبر والا طالب علم پچھلے سال کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں داخل ہوا۔ اس کے بعد سیلف فنانس کا نمبر آتا ہے اور سیلف فنانس بھی میرٹ پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی طالبعلم عام نشستوں پر 950 پر داخل ہوا ہے اور اس کی seats close ہو گئی ہیں تو 949 والا طالبعلم ہی سیلف فنانس پر آئے گا اور گورنمنٹ کا سیلف فنانس پرائیویٹ میڈیکل کالجز سے بہت cheep ہے۔ ہماری فیس تو صرف ڈیڑھ لاکھ روپیہ ہے اور وہ ساری کتابیں وغیرہ شامل کر کے اڑھائی لاکھ روپے سالانہ بنتا ہے اور بارہ لاکھ روپے کی تو کوئی کہانی نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے بڑی مہربانی فرماتے ہوئے Sims میں جو سروسز ہسپتال

کے ساتھ ہم نے میڈیکل کالج attached کیا۔ اس میں 50 سیٹیں بڑھائی ہیں۔ اب 100 سیٹیں ہیں لیکن وہ بالکل اوپن میرٹ پر ہیں اور اس میں انٹری ٹیسٹ کے بعد صرف topper students ہی آتے ہیں اور اس کو چیلنج کیا جا سکتا ہے اور محترمہ پہلے data اور انفارمیشن لے کر آئیں، غلط قسم کی بات نہ کریں vague story نہ سنایا کریں۔ یہ کسی base پر بات کریں اور اس پر میں انہیں چیلنج کر سکتی ہوں کیونکہ گزشتہ سال ہونے والے سارے داخلوں کا بھی ہمیں پتا ہے اور ابھی بھی ہونے والے انٹری ٹیسٹ میں نہ کسی کی سفارش چلتی ہے اور یہ ٹوٹل کرسٹل کلیئر ہے۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! ایک پوائنٹ آف انفارمیشن ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر تعلیم: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہاؤس کی اطلاع کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ محترمہ پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت اور معزز ممبر سید احسان اللہ وقاص صاحب کی بڑی مشکل اور بہت زیادہ مذاکرات کے بعد رانا ثناء اللہ، ارشد بگو اور دو چار دوسرے صاحبان کے علاوہ میں بھی شامل تھا، تو یہ خوشخبری دینی ہے کہ معاملات ٹھیک ہو گئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: ماشاء اللہ جی! مبارک ہو آپ سب دوستوں کو۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! شاہ صاحب نے کہا ہے کہ وہ آئندہ ان کا personally احترام کریں گے اور میڈم نے بھی کہا ہے کہ وہ بھی جواب ضرور دیں گی۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ خالدہ منصور صاحبہ!

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں فرزانہ صاحبہ کی مشکور ہوں کہ انہوں نے جواب دیا لیکن میری تحریک کچھ اور تھی کیونکہ میں نے سیلف فنانس میں لوگوں کی حق تلفی کی بات کی تھی۔ میں نے اوپن میرٹ پر بات نہیں کی۔ اسلام آباد حکومت پاکستان نے سیلف فنانس سکیم کو ختم کر دیا ہے اور صوبہ سرحد میں بھی اس سکیم کو ختم کر دیا گیا ہے تو پھر کیا بات ہے کہ پنجاب کے طالبعلموں کی حق تلفی کیوں ہو رہی ہے اور یہاں سیلف سکیم ختم کیوں نہیں ہو سکتی کیونکہ ایف ایس سی میں 80 فیصد نمبر حاصل کرنے کے باوجود وہ میڈیکل میں داخلوں سے محروم رہ جاتے ہیں، ان کی حق رسی ہو اور وہ بھی میڈیکل کے طالبعلم بن سکیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ ضروری نہیں ہے کہ وڈیروں اور امیروں کے بچے پیسے کے ساتھ میڈیکل کے طالبعلم بن جائیں اور غریب والدین کے ذہین اور لائق بچے میڈیکل کالجوں میں داخلوں سے محروم رہ جائیں۔ میں ان سے یہ بھی پوچھنا چاہ رہی ہوں کہ جب اسلام آباد حکومت پاکستان نے اس سکیم کو ختم کیا ہے تو پھر پنجاب میں یہ سکیم ختم کیوں نہیں ہو سکتی؟

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! اسلام آباد کے under کوئی بھی میڈیکل کالج direct نہیں ہے بلکہ فاٹا، ناردرن ایریا، کشمیر وغیرہ کی reserved سیٹیں ہیں اس لئے اسلام آباد حکومت پاکستان نے کوئی ایسا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے اور نہ ہی کوئی ایسی بات ہے۔ مزید برآں محترمہ سیلف فنانس سے متعلق فرما رہی ہیں تو اس میں کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ جنرل سیٹوں کے علاوہ یہ ایڈیشنل سیٹیں ہیں اور یہ بالکل سو فیصد میرٹ پر آتی ہیں اور اگر کوئی 80 فیصد نمبر والا طالبعلم میرٹ پر آ رہا ہے تو اس کو داخلے سے نہیں روکا جا رہا۔ اس میں کسی غریب اور امیر کی differentiation نہیں ہے کہ کیا کوئی جب فارم میں apply کیا جاتا ہے تو وہاں کوئی لکھا جاتا ہے یہ غریب ہے یا امیر ہے۔ ہمارے تمام سٹوڈنٹس ایک ہیں اور بالکل ٹرانسپیرنٹ کرسٹل کلئیر ہے۔ اگر طالبعلم اس کا اہل ہی نہیں ہے suppose اگر اس نے 800 نمبر لے لئے ہیں لیکن 850 والا میرٹ پر آ رہا ہے چاہے وہ غریب یا امیر ہے۔ سیلف فنانس totally different چیز ہے جنرل سیٹوں کا تو میں ذکر ہی نہیں کر رہی۔ میں سیلف فنانس کا ہی کہہ رہی ہوں جیسے اگر فاطمہ جناح میڈیکل کالج، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں 10,10 سیلف فنانس کی سیٹیں ہیں اور جب جنرل سیٹیں ساری fill ہو جاتی ہیں تو پھر اس کے بعد انٹری ٹیسٹ کا رزلٹ دیکھا جاتا ہے اور سٹوڈنٹس کو دوبارہ لکھا جاتا ہے کہ apply کریں اور اس میں topper students ہوتے ہیں irrespective whether they are poor اور ان کو totally میرٹ پر لیا جاتا ہے یہ exaggerate کر رہے ہیں۔ میڈیکل کالج ہی واحد ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر کوئی سفارش چلتی ہے نہ کوئی ہینکی پھینکی۔

جناب سپیکر: محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہیں لہٰذا motion dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار شیخ اعجاز احمد صاحب کی ہے اور ان کی طرف سے یہ چٹ آئی ہے کہ

Mondayتکpendingکر دیا جائے لہذاMotion Mondayتک pendingکی جاتی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آج ایجنڈے پر لاء اینڈ آرڈر پر جنرل ڈسکشن ہے تو آج چونکہ جمعہ ہے اور وقت بھی بہت تھوڑا ہے۔ کل پرائس کنٹرول اور مہنگائی پر بحث تھی تو گورنمنٹ بنچز سے ہمارے ورک صاحب نے بڑی مہربانی کی کہ کورم پوائنٹ آؤٹ کر دیا اور بحث نہ ہو سکی تو میری درخواست یہ ہے کہ چونکہ آج لاء منسٹر صاحب نے میرے کل کے پوائنٹ آف آرڈر کے حوالے سے تفصیلیstatementبھی دینی ہے اور بیان بھی دینا ہے۔ اگر آج لاء اینڈ آرڈر پر بحث کی صورتحال یہ ہو کہ کچھ ممبر رہ جائیں تو وہ سوموار کو کر لیں اور اس کے بعد مہنگائی پر ہو جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ آج ہم نے جو ایجنڈا دیا ہے اور یہ بات کل ہی طے ہو گئی تھی کہ آج ہم پرائسز کے حوالے سے بات کریں گے اور جو بحث مکمل نہیں ہو سکی تو آج اس کوcontinueکریں گے اور لاء اینڈ آرڈر پر سوموار کو بحث کریں گے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔Mondayکو لاء اینڈ آرڈر پر بحث کریں گے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ بات طے ہوئی تھی اور نہ اس پر کوئی بات ہوئی تھی۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! میری گزارش سنیں کہ آپ پہلے ایجنڈے کو دیکھیں کہ اس کی ترتیب کیا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جبon the floor of the Houseلاء منسٹر فرما رہے ہیں کہ Mondayکوdiscussکر لیں گے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انہوں نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر بھی سٹیٹمنٹ دینی ہے۔

جناب سپیکر: بگو صاحب! سٹیٹمنٹ سوموار کو آ جائے گی۔

جناب ارشد محمود بگو: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار 741 ہے جو شیخ اعجاز احمد صاحب اور محترمہ خالدہ منصور صاحبہ کی طرف سے ہے۔ جی، محترمہ!

الائیڈ ہسپتال فیصل آباد کے مردہ خانے میں لاوارث نعشوں کی بے حرمتی

محترمہ خالدہ منصور: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ الائیڈ ہسپتال فیصل آباد کے مردہ خانہ میں لاوارث نعشوں کے ساتھ انتہائی انسانیت سوز، غیر اخلاقی اور غیر اسلامی سلوک روا رکھا جا رہا ہے کیونکہ یہاں مرد و خواتین کی تمیز کئے بغیر ہی نعشیں اتنی بے دردی سے پھینکی جاتی ہیں کہ کسی نعش کی ٹانگیں اوپر ہوتی ہیں اور کسی کے بازو نیچے ہوتے ہیں جبکہ نعشوں کے اوپر ہی دوسری نعشیں یوں پھینکی جاتی ہیں کہ ان کی شناخت کرنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ لاوارث نعشوں سے کپڑے تک اتار لئے جاتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ مردہ خانہ میں سکیورٹی کا مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے آوارہ کتے بھی لاوارث نعشوں کی ٹانگیں اور بازو وغیرہ منہ میں اٹھا کر جاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ الائیڈ ہسپتال کے مردہ خانہ میں لاوارث اور بے گور و کفن نعشوں کے ساتھ ہونے والی بے حرمتی کے خلاف فیصل آباد کے شہریوں میں شدید غم و غصہ اور اضطراب کی لہر پائی جاتی ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! ڈیپارٹمنٹ آف پوسٹ مارٹم فیصل آباد میڈیکل کالج کے under ہی کام کر رہا ہے۔ جہاں تک نعشوں کی بے حرمتی کا سوال ہے وہ تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نعشیں کپڑوں کے ساتھ رکھی نہیں جا سکتی انہیں ہم نے preserve کرنا ہوتا ہے اور formalin لگائی ہوتی ہے اب formalin لگا کر کپڑے تو نہیں پہنائے جا سکتے اس کو انتہائی احترام کے ساتھ چادر سے کور کیا جاتا ہے اور فریزر میں رکھا جاتا ہے کیونکہ ساتھ ہی میڈیکل کالج ہے وہاں ڈاکٹرز بھی ہیں جنہوں نے اجازت لے کر اس کو dissect کرنا ہوتا ہے وہاں آوارہ کتوں کا کیا کام ہے اگر ایسی بات ہو تو کیا ڈاکٹرز نہ زخمی ہوئے ہوں۔ یہ ایک ایسے ہی exaggeration کی بات ہے مردوں کا ویسے بھی، اسلام میں بھی ہے اور ہم سب مسلمان ہیں انتہائی احترام کرتے ہیں، بہت

ادب کے ساتھ ان کو باقاعدہ preservation کے بعد فریزر میں separate بوکسز میں نعشیں رکھی جاتی ہیں۔ ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے کہ ہم اس میں discrimination نہیں کر سکتے کہ یہ بوکس male کا ہے یہ female کا ہے اور اس کے بعد ان کا پوسٹ مارٹم بھی concerned ڈاکٹرز جو Demonstrator ہوتے ہیں کرتے ہیں اس میں ایسا بالکل نہیں ہے کہ فریزر خراب ہیں۔ اگر وہاں فریزر خراب ہو تو smell سے سارا Dissection Hall برباد ہو جائے اور وہاں تو کوئی ڈاکٹر بھی enter نہ ہو سکے۔ کتے کی انٹری کا تو سوال ہی نہیں ہے وہاں پر چار چار تو گیٹ لگے ہوئے ہیں اور سارے ڈاکٹرز وہاں موجود ہوتے ہیں یہ محترمہ کبھی وہاں گئی بھی ہیں؟ ان سے یہ پوچھیں کہ Dissection Hall دیکھا ہے؟ یہاں پر صرف ایک سنی سنائی کہانی بیان کر دی ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر: جی، محترمہ! کافی detail کے ساتھ جواب آگیا ہے میرے خیال میں اب مزید ضرورت نہیں ہے۔

محترمہ خالدہ منصور: جناب سپیکر! جواب صحیح نہیں ہے۔ جس چیز کی میں نے نشاندہی کی ہے وہ لاوارث لاشوں کی ہے جو کہ ایسے ہی پھینک دی جاتی ہیں اگر محترمہ فیصل آباد تشریف لے جائیں تو وہاں خود دیکھ لیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب یہ قرارداد جمع کرائی گئی تو الائیڈ ہسپتال کے سپرنٹنڈنٹ کا شیخ اعجاز کو فون آیا کہ ہمارے سے کیا غلطی ہو گئی ہے کہ آپ نے اس چیز کی نشاندہی کر دی ہے۔ یہ اس چیز کا ثبوت ہے کہ وہ بالکل صحیح بات ہے جس کی میں نے نشاندہی کی ہے۔ میں ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ غیر حقیقی سا جواب دے دیتی ہیں۔ میری پہلے بھی ایک قرارداد تھی اس میں بھی انہوں نے پڑھا لکھا جواب نہیں دیا جو چیز میں پوچھ رہی تھی اب بھی وہ حکومت کی پالیسی یا حکومت کے حق کی بات کر رہی ہیں لیکن جو صحیح حقیقت ہے اس کو یہ سمجھ نہیں رہی ہیں۔ یہ خود فیصل آباد جائیں، وہاں انکوائری کر لیں اور دیکھ لیں کہ جس چیز کی نشاندہی کی گئی ہے وہ صحیح ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ وہ کہتیں کہ ہم اس کو دیکھیں گے اور اس کو improve کریں گے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا حق بنتا ہے کہ اگر لاوارث نعشیں ہیں تو اس کو کفن پہنا کر دفن کر دیں یہ تو کوئی طریقہ نہیں ہے کہ لاوارث نعشوں کو ایسے ہی پھینک دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر: محترمہ! خالدہ منصور صاحبہ فرما رہی ہیں اگر آپ تھوڑا وقت کبھی نکال لیں تو فیصل آباد کا visit فرما لیں۔ جب کبھی آپ کو وقت ملے گا تو فیصل آباد کا visit کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں ابھی تو visit کر کے آئی ہوں۔

جناب سپیکر: چونکہ محرک اس کو مزید press نہیں کرنا چاہ رہی ہیں لہذا یہ تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک شیخ اعجاز صاحب کی طرف سے ہے اور ان کی طرف سے یہ چٹ آئی ہے کہ یہ موشن Monday تک pending کر لی جائے لہذا یہ تحریک التوائے کار Monday تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک نمبر 744 بھی شیخ اعجاز احمد کی طرف سے ہے یہ بھی Monday تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 752 سید احسان اللہ وقاص کی طرف سے ہے۔ اس پر پہلے بات ہو چکی ہے اسی نوعیت کی تحریک تھی اس پر بات ہو چکی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آج بھٹی صاحب دوبارہ پگ بنھ کے آ گئے نہیں مینوں لگدا اے ہن اوہ واپس ساڈے نال آنا چاہندے نے کیونکہ جدوں وی او سر تے پگ رکھدے نے اوہ floor کراس کر دے نے۔

جناب سپیکر: جی شکریہ، یہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 756 ملک محمد اقبال چنڑ، مخدوم سید محمد مختار حسین۔ دونوں تشریف نہیں رکھتے لہذا موشن dispose of ہوئی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں اپنی تحریک پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اسی نوعیت کی جو تحریک التوائے کار تھی اس پر بحث ہو چکی ہے دوسری پر بحث نہیں ہو سکتی۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پہلے یہ ایک site issue پر تھی اب میں نے اس میں main issue کو لیا ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس نوعیت کی تحریک التوائے کار پر بات ہو چکی ہے دوسری بار نہیں ہو سکتی۔ اگلی تحریک لالہ شکیل الرحمٰن اور چودھری زاہد پرویز صاحب کی ہے ان کی تحریک التوائے کار نمبر 757 ہے۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال گوجرانوالہ کے شعبہ ایمرجنسی میں مریض مفت ادویات اور ایکسرے کی سہولت سے محروم

چودھری زاہد پرویز: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گوجرانوالہ ضلع کی آبادی تقریباً 25/30 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ یہ صوبہ کے علاوہ ملک کا ایک بڑا انڈسٹریل سٹی ہے۔ اور اس ضلع میں نصب انڈسٹری سے اربوں روپے سالانہ ٹیکس حکومت کے خزانہ میں جمع ہوتا ہے مگر اس ضلع کی عوام کے لئے صرف ایک ڈی ایچ کیو ہسپتال گوجرانوالہ شہر میں ہے۔ مگر اس میں مریضوں کو ایمرجنسی کے لئے ادویات تک فراہم نہ ہوتی ہیں جبکہ اس ہسپتال میں داخل مریضوں کو ادویات فراہم ہی نہیں کی جاتی ہیں جبکہ حکومت پنجاب نے ہیلتھ ریفارمز پروگرام تشکیل دیا ہے تاکہ صوبہ کے ہر چھوٹے اور بڑے شہر اور قصبہ میں طبی سہولیات عوام کو ان کی دہلیز پر فراہم کی جا سکیں۔ اس کے باوجود اس ضلع جہاں سے اربوں روپے ٹیکس حکومت کو وصول ہوتا ہے۔ میں عوام کے لئے طبی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ایکسرے مشین تو ہے مگر ایکسرے کے لئے فلمیں نہ ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کو مجبوراً بازار سے ایکسرے کروانا پڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ڈی ایچ کیو ہسپتال میں ڈاکٹرز کی تعداد بھی کم ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت!

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! یہ درست نہیں ہے کہ ایمرجنسی کے لئے ادویات فراہم نہیں کی جاتیں کیونکہ 15 لاکھ روپے کا ایک اضافی بجٹ جو کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے ایمرجنسی کے لئے دیا ہے۔ ایمرجنسی میں 100 فیصد اور 24 hours میڈیسن فری مہیا کی جاتی ہیں۔ ان ڈور مریضوں کے لئے جو ادویات ہسپتال میں available ہیں وہ مریضوں کو مہیا کر دی جاتی ہیں اور جو غریب مریض ہیں اس کے لئے لوکل پرچیز کروالی جاتی ہے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم 100 فیصد ان ڈور میں یہ ادویات فراہم کریں۔ حکومت PRSP پروگرام کے تحت مزید طبی سہولیات اور ادویات کی فراہمی کا بندوبست کر رہی ہے دونوں ایکسرے مشینیں کام کر رہی ہیں اور

وہاں ایکسرے فلم بھی provide کی جا رہی ہے اور میں نے وہاں خود visit کیا تھا اور ڈاکٹرز کی تعداد کا میرے محترم ممبر ذکر کر رہے ہیں وہاں تمام ڈاکٹروں کی سیٹیں fill ہیں صرف ایک DMS کی پوسٹ ہی خالی تھی باقی گائناکالوجسٹ، جنرل سرجن اور آئی سپیشلسٹ وغیرہ کی سیٹیں fill ہیں اگر یہ مزید فرما رہے ہیں تو ایک دفعہ ہم پھر دوبارہ جا کر visit کر لیں گے اور جو کوئی deficiencies ہوئی اس کو پورا کر دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، چودھری زاہد پرویز صاحب!

چودھری زاہد پرویز: جناب سپیکر! میں شارٹ سٹیٹمنٹ یہ دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں میں نثار چیمہ صاحب ایم ایس سول ہسپتال گوجرانوالہ تھے ان کے دور میں بہتری پیدا ہوئی تھی۔ وہاں مریضوں کو فری ادویات ملتی تھیں اور انہوں نے کافی اچھے اقدامات کئے تھے لیکن مجھے نہیں پتا کہ کس بنا پر ان کو گوجرانوالہ ہسپتال سے شفٹ کر دیا وہ اتنے دیانتدار اور محنتی بندے تھے۔

جناب سپیکر! گوجرانوالہ میری constituency میں واقع ہے میں واقعتاً اس بات کا شاہد ہوں کہ وہاں اگر کوئی ایمرجنسی ہو جائے تو ڈاکٹر خود علاج کرنے کی بجائے لاہور refer کر دیتے ہیں اور لوگوں کو ادویات بھی نہیں ملتیں۔ میں نے تو صرف ہسپتال کی بات کی ہے ویسے گوجرانوالہ مسائلستان کا گڑھ بن چکا ہے۔ وہاں کی سڑکیں انتہائی ٹوٹی پھوٹی ہیں وہاں کوئی صحت اور صفائی کا نظام نہیں ہے۔ پچھلے دنوں میں گیسٹو بیماری تھی جیسے فیصل آباد میں پھیلی گوجرانوالہ میں بھی کافی بندے گیسٹو بیماری سے وفات پا گئے تھے۔

جناب سپیکر! وہاں نہ کوئی صحت اور صفائی کا نظام ہے۔ نہر اپر چناب پر موٹر وے بنا ہوا ہے اس کے دونوں طرف TMA نندی پور والے گندا کوڑا پھینکتے ہیں جو کہ وہاں انتہائی برا منظر پیش کرتا ہے۔ وہاں دو ایم پی اے ہیں ایک لوٹی ایم پی اے بنی ہے اور ایک لوٹا ایم پی اے بنا ہے ان کو بھی کوئی خیال نہیں آتا کہ ہم تازے تازے حکومت میں شامل ہوئے ہیں ہم کچھ نہ کچھ گوجرانوالہ کے لئے بہتری کروائیں۔ گوجرانوالہ میں ایک انڈر پاس بننا تھا وہ تقریباً ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا چیف منسٹر صاحب خود جا کر اس کا افتتاح کر کے آئے تھے اب لوگ بددعائیں دے رہے ہیں کہ وہ پھاٹک ہی رہتا انڈر پاس نہ بنتا۔ اس کا بھی کافی مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ آپ پرسوں کا جنگ اخبار پڑھ کر دیکھ لیں کل ایک ہیڈلائن لگی ہوئی تھی اور فیاض چٹھہ کو سلام کیا گیا تھا یہ دوسری مرتبہ ضلع کا ناظم بنا ہے لیکن ضلع سٹی گوجرانوالہ کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے چودھری اقبال صاحب بھی اس چیز کے شاہد ہیں یہ

اپنے حلقے میں کام کرواتے ہیں وزیر ٹرانسپورٹ بھی اپنے حلقے میں کام کراتا ہے۔ چودھری اقبال صاحب بھی اس چیز کے شاہد ہیں۔ یہ اپنے حلقے میں کام کراتے ہیں۔ وزیر ٹرانسپورٹ بھی اپنے حلقے میں کام کراتے ہیں۔ گوجرانوالہ شہر میں ہمارا ایک ایم پی اے بنا ہے۔ وہ بھی خیراتی ایم پی اے ہے۔ اس کے لئے کچھ نہ کچھ کر دیا کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، لالہ جی!

لالہ شکیل الرحمٰن (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ نے کہا ہے کہ ایمرجنسی میں ادویات مہیا ہوتی ہیں لیکن وہاں پوری ادویات مہیا نہیں ہوتیں۔ دوسرا ہم نے کہا ہے کہ ایکسرے مشینیں تو ہیں لیکن ان میں فلمیں نہیں ہیں۔ وہاں نہ تو کسی کا ایکسرے ہوتا ہے اگر کسی کو ایمرجنسی ایکسرے کی ضرورت پڑتی ہے تو اسے فوراً بھیج دیا جاتا ہے کہ آپ باہر سے ایکسرے کروا کر لے آئیں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ جس وقت چاہیں بے شک ہسپتال کا visit کریں کہ اس کی موجودہ صورتحال کیا ہے؟ یہ کہتی ہیں کہ 15 لاکھ ایڈیشنل فنڈز دیئے گئے ہیں لیکن ان کی نہ تو ادویات خریدی گئی ہیں۔ یہ اس کا جواب دے دیں کہ اس کی کیا صورتحال ہے؟

جناب سپیکر: شکریہ۔ محترمہ آپ کی فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں کافی ڈیمانڈ ہے۔ آپ وقت نکال کر visit کر لیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں گوجرانوالہ visit کر کے آئی ہوں۔ وہاں پر ایک function بھی تھا۔

جناب سپیکر: محرک چونکہ مزید press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے صحت: جناب سپیکر! میں عید کے بعد وہاں کا visit کر لوں گی۔

جناب سپیکر: جی، بی بی! تشریف رکھیں۔ میں نے تحریک dispose of کر دی ہے۔ اب آپ تشریف رکھیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

اسسٹنٹ الیکشن کمشنر رحیم یار خان کے خلاف تحریک استحقاق کا رد کیا جانا

چودھری محمد شفیق انور: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری شفیق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد شفیق انور: جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک استحقاق اسسٹنٹ الیکشن کمشنر رحیم یار خان کے خلاف جمع کرائی تھی لیکن اس کو ٹیکنیکلی reject کر دیا گیا ہے کہ اس کے خلاف نہیں دے سکتے۔ میرا سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: وہ matter مرکز کے متعلقہ تھا اس لئے ہم take up نہیں کر سکے۔

چودھری محمد شفیق انور: اس کا مطلب یہ ہے کہ مرکز کا کوئی بھی ڈیپارٹمنٹ اگر کسی کے ساتھ ہتک آمیز رویہ اختیار کرتا ہے اور اس کے ساتھ بدتمیزی کرتا ہے تو کیا۔۔۔

جناب سپیکر: شفیق صاحب! اس ایوان نے اپنے رولز کے مطابق ہی چلنا ہے ناں۔ یہ آپ کے بنائے ہوئے ہی قواعد و ضوابط ہیں۔

چودھری محمد شفیق انور: رولز بنائے ہیں لیکن میں اس میں آپ کی declaration تو کروا سکتا ہوں کہ اس کا کیا solution ہے۔ اگر یہاں پر موٹر وے اور دوسروں کے خلاف تحریک استحقاق پیش ہو سکتی ہے تو کیا الیکشن کمیشن کے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی، کیا ان کو اس سلسلے میں نہیں بلایا جا سکتا، اس میں law کیا کہتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ اتنا آزاد ہے کہ جو مرضی کرتا رہے؟

جناب سپیکر: راجہ صاحب! اگر مرکز کے کسی افسر کے خلاف معزز رکن کو شکایت ہو، رولز کے مطابق تو ادھر ہم اس کی تحریک استحقاق take up نہیں کر سکتے تو اس کا کیا طریق کار ہو سکتا ہے، کوئی آپ بتانا چاہیں گے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ مجھے اب معلوم نہیں ہے کہ محترم رکن کی تحریک استحقاق کس نوعیت کی تھی یا کس کے خلاف تھی؟

جناب سپیکر: الیکشن کمیشن کے بارے میں تھی۔ صرف آپ کی رائے چاہئے تھی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: مرکز سے دو تین محکمہ جات ایسے ہیں کہ جن کے متعلق اس سے پہلے یہاں پر تحاریک استحقاق آتی رہی ہیں۔ مثال کے طور پر واپڈا، ریلوے اور موٹروے پولیس ہے، ان محکمہ جات کے خلاف تحاریک استحقاق آتی رہی ہیں۔ اگر معزز رکن دس منٹ میرے ساتھ بیٹھ جائیں تو اس کی نوعیت دیکھ لیتے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ ہم بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں کہ اس کا کیا حل نکالا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر: شفیق صاحب! آپ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد وزیر قانون صاحب کے چیمبر میں تشریف لے جائیں اور بات کر لیں۔ اس کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔

چودھری محمد شفیق انور: جی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

محترمہ پروین سکندر گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، پروین گل صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

عیدالفطر کے مبارک موقع پر قومی اسمبلی کی طرز پر پنجاب اسمبلی کے ملازمین کو بھی ایک ماہ کی تنخواہ بطور اعزازیہ دینے کا مطالبہ

محترمہ پروین سکندر گل: جناب سپیکر! میرے علم کے مطابق قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے عملہ کو عیدالفطر کے موقع پر ایک ماہ کی تنخواہ بطور اعزازیہ دی گئی ہے۔ مزید برآں ہمارے پنجاب اسمبلی کے سیکرٹریٹ کے عملہ نے پورے رمضان المبارک میں دن رات محنت کی ہے۔ لہذا میری گزارش ہے کہ پنجاب اسمبلی کے عملہ کو بھی ایک ماہ کی تنخواہ بطور اعزازیہ دی جائے۔

جناب سپیکر: پنجاب اسمبلی کے ملازمین کے لئے بھی ایک ماہ کی تنخواہ کا اعلان کیا جاتا ہے لیکن subject to the approval of the Finance Committee. (نعرہ ہائے تحسین)

سرکاری کارروائی

بحث

پنجاب میں اشیائے ضروریہ کی قیمتوں پر عام بحث

(---جاری)

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ آج کے ایجنڈے پر پہلے پنجاب میں اشیائے ضرورت کی قیمتوں پر عام بحث کا دوبارہ آغاز ہوگا۔ اس کے بعد لاء اینڈ آرڈر پر عام بحث ہوگی۔ یاد رہے کہ اشیائے ضرورت کی قیمتوں پر بحث کا آغاز کل وزیر خوراک کی تقریر سے ہو چکا ہے۔ دیگر اراکین جو اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کی چٹیں مجھے بھجوا دیں۔ جی، رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں ایک تو یہ وضاحت ہو جائے کہ آج اشیائے ضروریہ کی قیمتوں میں جو اضافہ ہے، اس پر بات ہو جائے اور پھر لاء اینڈ آرڈر سے متعلقہ جیسے لاء منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ اس پر پھر Monday کو بحث ہو جائے۔

جناب سپیکر: وہ تو Monday کو ہی ہوگی لیکن پہلے مہنگائی پر بحث ہوگی، اس کے بعد پھر لاء اینڈ آرڈر پر بحث ہوگی۔

رانا ثناء اللہ خان: یعنی ایک روز جیسے کل مہنگائی کے لئے رکھا تھا اور کل اس نے conclude ہونا تھا۔ یہ آج conclude ہو جائے اور اس کے بعد Monday کا پورا دن لاء اینڈ آرڈر پر بحث کے لئے مختص کیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! کل اس میں اشیائے ضروریہ سے متعلق بحث کا آغاز محترم چودھری اقبال صاحب نے کیا تھا۔ انھوں نے کچھ اقدامات کا بھی ذکر کیا تھا کہ جو حکومت اس سلسلے میں کر رہی ہے۔ انھوں نے ایک یہ بات کی تھی کہ مہنگائی کا ڈیمانڈ اور سپلائی کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر ایک تو یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ سمجھوں گا کہ محترم چودھری صاحب اس بات کے اوپر اتفاق کریں گے کہ یہ جو بنیادی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ ان میں شائد یہ اصول اس طرح سے کارفرما نہیں ہوتا جس طرح سے دوسری عام چیزوں میں

ڈیمانڈ اور سپلائی کا رول کارفرما ہوتا ہے کیونکہ اب یہ ایسا تو نہیں تھا کہ پاکستان کے لوگوں نے یک دم چینی کا استعمال زیادہ شروع کر دیا اور اس کی قیمت -/18 روپے سے -/42 روپے تک پہنچ گئی۔ پھر اس کے بعد جب انتظامات کئے گئے تو پھر وہ نیچے آنا شروع ہوئی اور -/38 روپے فی کلو پر آ کر حکومت نے اس قیمت کو مقرر کر دیا۔

جناب سپیکر! دراصل بات یہ ہے کہ چینی کی قیمت ڈیمانڈ اور سپلائی کے نتیجے میں نہیں بڑھی تھی بلکہ اس وقت ذخیرہ اندوزی ہوئی، چینی مافیا نے اس بات کو manage کیا اور ذخیرہ اندوزی کی اور اس کے نتیجے میں چینی کی قیمتیں بڑھیں اور انھوں نے اربوں روپے کا منافع اس دوران کمایا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں حکومت مکمل طور پر قصوروار تھی۔ یہ حکومت کا کام تھا کہ وہ ان ذخیرہ اندوزوں کے اوپر بروقت ہاتھ ڈالتی اور انہیں ذخیرہ اندوزی نہ کرنے دیتی اور عام consumer کی جیبوں سے انہیں اربوں روپیہ چرانے کی اجازت نہ دیتی۔

جناب سپیکر! یہ بات بالکل طے شدہ اور تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ آٹا، چینی، گھی، دودھ اور گوشت یہی پانچ چیزوں کا بنیادی طور پر کہا جاتا ہے کہ ہر انسان استعمال کرتا ہے اور یہ بنیادی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ اب ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے۔ اگر ہم اس کا 1999 سے 2006 تک پچھلے سات سالوں کے figures نکالیں تو ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کی قیمت تین سے لے کر پانچ گنا تک نہ بڑھی ہو۔ آٹا 1999 میں پانچ سے سات روپے کلو تھا اور اب وہ -/15 روپے سے زائد ہے۔ چینی اٹھارہ روپے سے اب -/38 روپے یا 40/42 روپے ہے۔ گھی 40 روپے سے تقریباً 70/80 روپے پر ہے۔ دودھ 15/18 روپے تھا وہ اب -/28 روپے سے لے کر -/32 روپے تک ہے۔ گوشت -/150 روپے سے بڑھ کر اب تقریباً 250/270 روپے کلو ہے۔ اگر آپ energy کو لے لیں کیونکہ energy ہر معاملے کو effect کرتی ہے، یہ نہیں ہے کہ جو آدمی سفر کرے گا تو اس نے پٹرول یا ڈیزل کو استعمال کرنا ہوتا ہے، جو آدمی کبھی زندگی بھر سفر نہیں کرتا وہ بھی چولہا جلانے کے لئے، روٹی پکانے کے لئے تیل کا استعمال کرتا ہے۔ تیل ایسی چیز ہے کہ جسے ہر انسان استعمال کرتا ہے لہذا اس کی قیمت بڑھنے سے بھی ہر چیز effect ہوتی ہے اور ہر چیز مہنگی ہوتی ہے۔ پٹرول 1999 میں -/24 روپے لٹر تھا اور اس وقت -/58 روپے لٹر کے لگ بھگ ہے۔ ڈیزل -/12 روپے لٹر تھا اور اب -/38 روپے لٹر ہے۔

جناب سپیکر! یہ تمام چیزیں جن کو ہر انسان استعمال کرتا ہے اور یہ بنیادی چیزیں ہیں، ان کی قیمتوں میں تین سے پانچ گنا تک اضافہ ہوا ہے اور ان کے علاوہ اس پورے ملک میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کی قیمت میں تین سے لے کر پانچ گنا تک اضافہ ہوا ہو۔ اگر آپ ریسرچ کریں تو ایک ہی جنس ہمارے ملک میں ایسی ملتی ہے اور وہ ہمارے وزراء ہیں جن کی تعداد میں تین گنا اور ان کی مراعات میں پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔ یہ ایک چیز مماثلت رکھتی ہے۔ عام آدمی کی آمدنی پہلے تین ہزار روپے تھی اب انھوں نے اس سال اسے چار ہزار روپے کیا ہے یعنی ایک ہزار روپے کا اضافہ کیا ہے۔

جناب والا! یہاں پر ایک سروے چھپا تھا جس میں انھوں نے چھ افراد پر مشتمل کنبہ کے متعلق بتایا تھا کہ اگر وہ اتنا آٹا، چینی، باقی چیزیں استعمال کریں، بجلی کا بل دیں تو یہ کل رقم -/3250 روپے بنتی ہے۔ یہ انھوں نے 1999 میں قیمت لگائی تھی جبکہ آج کے حساب سے وہ -/15750 روپے بنتی ہے یعنی اتنی زیادہ devolution ہوئی ہے، قیمتوں میں اتنا زیادہ فرق پڑا ہے۔

جناب سپیکر! اب اس میں حکومت دو طرح سے ذمہ دار ہے اور میں یہ چاہوں گا کہ جب چودھری صاحب conclude کریں تو اس کا جواب facts & figures میں ہی دیں۔ یہ لوگوں کا بنیادی مسئلہ ہے۔ مہنگائی ہر آدمی کا مسئلہ ہے ہم اس میں قطعی طور سیاست کو نہیں لانا چاہتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ عام آدمی کو کسی نہ کسی طرح سے ریلیف ملے۔ حکومت کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ایسا نظام وضع کرے، ایسے رولز، قوانین بنائے کہ جس کی بنیاد پر قیمتیں بڑھانے کا رجحان ختم ہو، ذخیرہ اندوزی کا رجحان ختم ہو۔ اب اس سات سالہ دور حکومت میں پہلے تین سال (ق) لیگ بنانے والے کے ہیں اور اس کے بعد والے چار سال (ق) لیگ والوں کے ہیں۔ ان سات سالوں میں یہ بتائیں کہ انھوں نے ذخیرہ اندوزی کے رجحان کو روکنے کے لئے، ناجائز منافع خوری، بلاوجہ منافع خوری کو روکنے کے بارے کیا قانون سازی کی ہے، انھوں نے کس قانون کے اوپر عملدرآمد کیا ہے؟ پہلے مجسٹریسی سسٹم تھا جسے انھوں نے ختم کر دیا۔ پھر انھوں نے جنرل تنویر نقوی کو یہ mandate دیا۔ جنرل تنویر نقوی سے کہا گیا کہ آپ ایک نیا بلدیاتی نظام لے کر آئیں۔ چنانچہ وہ نیا بلدیاتی نظام ضلعی حکومتوں اور devolution plan کے نام سے لے کر آئے۔ میں آج بھی یہ بات دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ جنرل تنویر نقوی کا mandate یہ نہیں تھا کہ وہ کوئی ایسا نظام لائیں کہ جس سے اس ملک کے عوام کے بنیادی مسائل حل ہوں یا لوکل گورنمنٹ کا نظام صحیح ہو،

لوکل لیول یا ضلعی لیول پر ایسی گورنمنٹ تشکیل پائے جو کہ لوگوں کے مسائل حل کرے بلکہ اس کا mandate صرف اور صرف یہ تھا کہ ایک ایسا نظام لایا جائے کہ جس کی وجہ سے قوم، سول سوسائٹی تقسیم در تقسیم ہو جائے۔اس کے اتنے خانے ہو جائیں، وہ اتنی تقسیم ہو جائے کہ ملک کے اوپر جو ایک [***] بیٹھا ہے اسے کسی قسم کا challenge نہ رہے۔

جناب سپیکر: [***] کے لفظ کو میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں حذف کرنے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔

جناب سپیکر: میرے حذف کرنے پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ موقع دے دیا کریں، جو الفاظ آپ نے حذف کروانے ہوں آپ بتا دیا کریں میں انھیں substitute کر دیا کروں گا، ان کی جگہ پر دوسرے الفاظ ڈال دیا کروں گا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جو devolution plan بنایا گیا اس کا مقصد لوگوں کے مسائل حل کرنا نہیں تھا بلکہ اس سول سوسائٹی کو تقسیم کرنا تھا۔اب آپ نے دیکھا کہ پہلے چار سالوں میں تو کسی کو پتا ہی نہیں چلا کہ میرے اختیارات کیا ہیں اور کہاں پر ہیں، ضلعی حکومت، تحصیل حکومت اور صوبائی حکومت نے کیا کرنا ہے، کس کے اختیار کہاں پر ہیں؟ کچھ پتا نہیں تھا اور پوری قوم confuse رہی کیونکہ جو ڈکٹیٹر ہوتا ہے اسے ایک confused قوم ہی suit کرتی ہے اسی لئے انھوں نے خاص طور پر یہ نظام ترتیب دیا اور مجسٹریسی نظام کو ختم کر دیا۔اب چاہئے تو یہ تھا کہ مجسٹریسی نظام کی جگہ کوئی اور نظام لایا جاتا لیکن اس کی جگہ کوئی اور نظام نہیں دیا گیا۔ چار سال تک اس نظام کو چلانے کے بعد پھر پنجاب حکومت کو یہ سوجھی کہ یہ نظام صحیح نہیں ہے تو یہ ایک Consumer Protection Act جنوری 2005 میں لائے۔اب اس Consumer Protection Act کو نافذ ہوئے بھی تقریباً دو سال ہونے کو ہیں لیکن دو سال میں اس کے کسی حصہ پر بھی implement نہیں ہوا۔راجہ صاحب نے یہ act منظور کروا کر رکھ لیا ہے۔ ویسے میں یہ سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب کا کام تو قانون سازی کروانا ہے اب اس پر implement کرنا حکومت کا کام ہے۔ بہر حال راجہ صاحب نے تو اپنا کام جنوری 2005 میں کر دیا لیکن آج تک اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ میں

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

چودھری صاحب سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس act کے کسی ایک حصہ پر بھی آج تک عمل ہوا ہے؟ اس کے تحت انھوں نے Consumer Courts بنانی تھیں جو کہ ابھی تک نہیں بنیں۔ اس کے تحت پہلے انھوں نے competent authority DCO کو مقرر کیا تھا، ان کا تقرر نہیں ہو سکا اور اب دو دن پہلے یہ اس میں ایک amendment لے کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ہر ضلع میں Consumer Protection Councils بنانی تھیں۔ یہ بھی آج تک کسی ضلع میں نہیں بنائی گئیں اور اس کے اوپر عمل نہ کرنے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اب یہ Consumer Protection Act اپنی جگہ پر ہے لیکن ادھر وزیر اعظم صاحب نے جب بجٹ پر تقریر کی تو انھوں نے کہا کہ ہم اب مجسٹریٹس لگا رہے ہیں۔ مجسٹریٹس قیمتوں کو کنٹرول کریں گے۔ تو اب یہ اس طرف چل پڑے ہیں اور Consumer Protection Councils, competent authority, DCO یہ سارے کا سارا سسٹم دھرے کا دھرا رہ گیا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: یعنی ان کے اس عمل میں شروع سے تضاد چلا آرہا ہے کہ انھوں نے معاشرے میں قیمتوں کے بڑھنے کے رجحان کو کنٹرول نہیں کیا، ذخیرہ اندوزی کو کنٹرول نہیں کیا۔ اب اس کا ذمہ دار کون ہے؟ تحصیل والے ذمہ دار ہیں، یونین کونسل والے ذمہ دار ہیں، ضلع گورنمنٹ والے ذمہ دار ہیں یا صوبہ والے ذمہ دار ہیں کچھ واضح نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ذخیرہ اندوزی اور قیمتیں بڑھنے کا رجحان بڑھا ہے۔ جس کا جب دل چاہتا ہے، جتنا دل چاہتا ہے وہ قیمتوں میں اضافہ کر لیتا ہے لیکن اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت اس کی پوری طرح سے ذمہ دار ہے۔ انھوں نے ایک ایسا نظام جو کہ پہلے سے موجود تھا، جس میں کسی نہ کسی حد تک price control ہوتی تھی۔ اگر بہت موثر نہیں تھا تو کسی نہ کسی حد تک price control ہوتی تھی۔ اس کو انھوں نے ختم کر دیا لیکن اس کی جگہ پر کوئی دوسرا نظام لے کر نہیں آئے۔ اس بلدیاتی نظام میں اس بابت کوئی provision ہی نہیں تھی اور آج کے دن تک بھی ان کو پتا نہیں کہ انھوں نے Consumer Protection Act اس Consumer Protection Courts بنانی ہیں، اس پر عمل کرنا ہے یا انھوں نے مجسٹریٹس کو مقرر کرنا ہے۔ اسی وجہ سے آج مارکیٹ میں جس کا جو دل چاہتا ہے وہ اسی طرح قیمت بڑھا لیتا ہے۔

جناب سپیکر! حکومت کی ایک تو یہ ذمہ داری تھی اور پچھلے سات سالوں میں حکومت اس ذمہ داری کو نبھانے میں بری طرح سے فیل ہوئی ہے، اس نے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کی ہے۔
جناب سپیکر! حکومت کی دوسری بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ضرورت کی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ روکنے کے لئے ان کی پیداوار بڑھائی جائے۔ اشیاء ضروریہ میں گندم آتی ہے جس سے آٹا بنتا ہے، گھی جو کہ آئل سیڈز سے بنتا ہے یہ دونوں زراعت سے متعلقہ ہیں۔ چینی بھی sugarcane سے بنتی ہے یہ بھی زراعت سے متعلقہ ہے۔ اسی طرح دودھ اور گوشت لائیو سٹاک سے متعلقہ ہے۔ یعنی ان پانچوں چیزوں کا تعلق زراعت کے ساتھ ہے۔ میرا دوسرا point یہ ہے کہ اس حکومت نے ان سات سالوں میں زراعت کو نہ صرف پیچھے دھکیلا ہے بلکہ ایسے حالات پیدا نہیں کئے کہ جس سے زراعت میں جان پڑتی۔ یہ پانچوں بنیادی چیزیں جن کا براہ راست زراعت سے تعلق ہے آٹا، گھی، چینی، دودھ اور گوشت کی پیداوار بڑھانے کے لئے حکومت نے کسی قسم کا کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا جس سے زراعت ترقی کر سکے۔ آج کے وقفہ سوالات میں بھی یہ بات سامنے آئی کہ آج تک جو بڑا شور سنا جا رہا تھا اور بڑے دعوے کئے جا رہے تھے کہ ہم زرعی قرضہ بڑے ارزاں نرخوں پر دے رہے ہیں اور کسان کو بڑی سہولت دے رہے ہیں لیکن آج یہاں پر وزیر خزانہ نے یہ بات admit کی کہ اس وقت کسان سے زرعی قرضے پر 16.5 فیصد سود لیا جا رہا ہے بلکہ انھوں نے جو لائف اور crop انشورنس کی بات کی اگر اسے بھی ملایا جائے تو میرے خیال میں یہ 18 فیصد کے قریب جاتا ہے۔ شعبہ زراعت جو ان پانچوں چیزوں کو پیدا کرتا ہے۔ گندم کو پیدا کرتا ہے تو اس سے آٹا بنتا ہے۔ شوگر کین سے چینی بنتی ہے۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خزانہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے ریکارڈ کی درستی کے لئے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ 16.5 percent is exclusive of life insurance and crop insurance رانا صاحب جو 18 فیصد والی بات کر رہے ہیں یہ درست نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میرے خیال میں وزیر خزانہ صاحب سمجھ رہے ہیں کہ زرعی قرضے پر جو 16.5 فیصد سود ہے یہ بہت کم ہے؟ حیرت کی بات ہے کہ یہ یہاں پر چار سال تک 7 فیصد اور 9 فیصد کے دعوے کرتے رہے ہیں اور اخبارات میں سرخیاں چھپتی رہی ہیں۔ اب یہ کہہ رہے ہیں

کہ 18 نہیں 16.5 فیصد ہے۔ یعنی ان کی نظر میں 16.5 فیصد سود بہت کم ہے۔ میرے خیال میں کار فنانسنگ میں بھی اتنا سود نہیں ہے وہ بھی 13/14 فیصد کے قریب ہے۔

(جناب جاوید اقبال خان کھچی نے بیٹھے بیٹھے بتایا کہ وہ 16 فیصد ہے)

رانا ثناء اللہ خان: یعنی اس سے تو وہ بھی کم ہے۔ یہ کسان کو قرضہ کس لئے دیتے ہیں، بیج کے لئے دیتے ہیں۔ یعنی وہ کسان جو اپنی فصل میں کھاد اور بیج ڈالنے کے قابل نہیں ہے۔ اسے یہ 16.5 فیصد سود پر قرضہ دے رہے ہیں اور پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کم ہے۔ میں یہ دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر حکومت زراعت کو facilitate کرتی تو گندم، گھی، چینی، دودھ اور گوشت کی قیمتوں میں استحکام آ سکتا تھا۔

جناب سپیکر! میں 1998 میں سعودی عرب گیا تھا اب دوبارہ 8 سال بعد 2006 میں اللہ تعالیٰ نے مجھے وہاں حاضری دینے کا موقع دیا۔ میں نے باقی چیزوں کی قیمتوں کا تو کوئی اندازہ نہیں کیا اور نہ ہی کوئی خرید کی ہے لیکن آپ یقین کیجئے کہ 1998 میں کھانے پینے کی جو چیز ایک ریال کی تھی وہ آج بھی ایک ریال کی ہے۔ یہ صرف ہمارے ہاں ہی ہے کہ بنیادی ضرورت کی چیزیں جن میں گھی، چینی، آٹا اور گوشت وغیرہ ہے اس کی قیمت ہر سال نہیں بلکہ ہر مہینے کے حساب سے بڑھتی ہے۔ باقی پوری دنیا میں باقی چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ ہو سو ہو لیکن ان چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ملک ان چیزوں کو درآمد کرتا ہے تو وہ اس میں سبسڈی اور ریلیف دیتا ہے۔ اگر کسی ملک میں یہ چیزیں وہاں پر کاشت ہیں تو وہ اس پر سبسڈی دیتا ہے۔

جناب سپیکر! ہم دعویٰ ہی نہیں کرتے بلکہ حقیقت ہے کہ ہمارے ملک کی 70 فیصد آبادی کا تعلق directly or indirectly زراعت کے ساتھ ہے۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہماری 47 فیصد افرادی قوت یعنی working force کا تعلق بھی اس شعبے سے ہے۔ پھر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے GDP کا 25 فیصد حصہ زراعت سے آتا ہے۔ اب اگر آپ اس میں کپاس کو بھی شامل کر لیں اور کپاس کی بنیاد پر جو ٹیکسٹائل انڈسٹری چلتی ہے اور جو ٹیکسٹائل ایکسپورٹ ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید GDP کا 50 فیصد تعلق زراعت کے ساتھ ملا سکتے ہیں لیکن اس شعبے کو ignore کیا گیا ہے تبھی ہماری یہ حالت ہوئی کہ ان پانچوں بنیادی چیزوں کی قیمتوں میں تین سے پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔

جناب والا! پچھلے سالوں میں زراعت کے ساتھ اس سے بھی برا سلوک ہوا ہے۔ میرے پاس بجٹ 2006 کی گائیڈ ہے اس میں major figures کے مطابق انھوں نے اس دفعہ لوکل گورنمنٹ کو 87-ارب روپے دیئے ہیں۔ اب لوکل گورنمنٹ کے 87-ارب روپے کہاں پر جانے ہیں؟ وہ تنخواہوں میں جانے ہیں۔ اس میں سے بہت کم پیسا ڈویلپمنٹ اخراجات پر جائے گا بلکہ پچھلے سال کی رپورٹیں یہ ہیں کہ انھوں نے ڈویلپمنٹ کے لئے لوکل گورنمنٹ کو جو پیسے بھیجے تو جو تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ ہوا تھا انھوں نے وہ بھی اس میں لے لئے یعنی 87 بلین روپے بلکہ 87.3 بلین روپے صرف لوکل گورنمنٹ کو دے رہے ہیں۔ اس کی حالت یہ ہے کہ ہر یونین کونسل کے ریکارڈ میں ہوتا ہے کہ یہاں پر 78 ورکرز صفائی کا کام کر رہے ہیں لیکن موقع پر 18 ورکرز کام کر رہے ہوتے ہیں۔ باقیوں کی تنخواہ کہاں پر جارہی ہوتی ہے۔ وہ کچھ ناظمین اور کچھ جوان کے اوپر عملہ ہوتا ہے وہاں جارہی ہے۔ ان کا لوکل گورنمنٹ کا ادارہ اتنا موثر ہے کہ انھوں نے وہاں یونین کونسل میں ایک ناظم بنا دیا وہ ڈسٹرکٹ اسمبلی میں بیٹھے گا ایک نائب ناظم بنا دیا جو تحصیل اسمبلی میں بیٹھے گا اور ان کے نیچے 13 کونسلرز بنا دیئے۔ ان کے پاس بیٹھنے کے لئے جگہ ہے اور نہ کہیں جانے کے لئے جگہ ہے۔ وہ گروپنگ کرتے ہیں 5/7 ناظم کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور 5/7 نائب ناظم کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور انھوں نے ہر محلے میں محاذ آرائی پیدا کی ہوئی ہے۔ وہ بات جو میں نے پہلے کی ہے کہ پورے معاشرے کو، پوری سول سوسائٹی کو تقسیم کرنے والی بات ہے اور ان کی حیثیت یہ ہے کہ اگر وہ کونسلر کسی مقدمے میں کسی کے ساتھ صلح کرانے کے لئے تھانے جاتے ہیں تو پولیس ان کو پکڑ کر بند کر دیتی ہے لیکن وہاں پر 87.3 بلین روپیہ خرچ ہورہا ہے۔ انھوں نے پولیس کو 20-ارب روپیہ دیا ہے۔ interest پر 11-ارب روپیہ ہے لیکن زراعت کا 2.5 بلین روپیہ ہے اور اس 2.5 بلین روپیہ میں سے ایک پیسا بھی ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ پر خرچ نہیں ہوگا۔ انھوں نے جو infrastructure قائم کیا ہوا ہے یہ سارا وہاں تنخواہوں میں جائے گا۔ انھوں نے زراعت کی ڈویلپمنٹ کے لئے 1.10 بلین روپیہ خرچ کیا ہے یعنی اس سال انھوں نے 274-ارب روپے میں سے اور اس سال کے ڈویلپمنٹ کے ایک سو ارب روپے میں سے زراعت کے حصے میں صرف 1.10 بلین روپیہ آئے گا۔ اس میں کھالوں کی improvement ہے اور یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے پانچ سو کے قریب land leveling set خریدنے ہیں اور پانچ سو کے قریب بلڈوزر۔۔۔

وزیر زراعت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر زراعت!

وزیر زراعت: جناب سپیکر! مناسب تو نہیں ہے لیکن پہلے بھی بحث ہوئی تھی اور میں نے facts and figures سے ثابت کیا تھا کہ وفاقی حکومت، ورلڈ بنک، ایشیئن بنک اور پنجاب حکومت نے زراعت کو اتنی بڑی amount دی ہے جو آج تک کسی نے نہیں دی۔ تو اب یہ facts and figures کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ وفاق نے ہمیں ایک ارب روپیہ دیا ہے جس میں پچاس کروڑ روپیہ extension کے لئے ہو گا اور پچاس کروڑ روپیہ ریسرچ کے لئے ہو گا تو یہاں پر ایک کروڑ 72 لاکھ ٹن گندم کہاں سے آ گئی ہے، کپاس کی ایک کروڑ 12 لاکھ گانٹھ کہاں سے آ گئی ہے؟ یہ سب یہیں سے پیدا کی گئی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا صاحب ضرور بحث کریں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کبھی کبھی حقائق پر بھی بات کر لیا کریں۔ میں ان کا مشکور ہوں گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! لودھی صاحب فرما رہے ہیں کہ میں facts and figures کے چکر میں کیوں پڑا ہوا ہوں۔ تو آپ بتائیں کہ کیا میں ان کے چکر میں پڑ جاؤں؟ میں نے تو facts and figures کے چکر میں ہی پڑنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ان کے facts and figures کو مد نظر رکھ کر بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! لودھی صاحب کے facts and figures تو بڑے ہی خوفناک ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بڑے اہم facts and figures ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! انھوں نے بجٹ میں جو facts and figures دیئے ہیں۔ وزیر خزانہ نے بجٹ تقریر میں بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ ہم اس دفعہ زراعت کی ترقی کے لئے ایک ارب دس کروڑ روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو کیا انھوں نے یہ غلط کہا ہے؟ اس پیپر کو میں نے خود تو پرنٹ نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا انھوں نے غلط کہا ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ اتنی گندم اور اتنی کپاس پیدا ہوئی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! وہ جو کہہ رہے ہیں کہ ایک کروڑ ہوئی ہے وہ دو کروڑ کیوں نہیں ہوئی۔ یہ بتائیں کہ ان کی فی ایکڑ پیداوار کیا ہے اور کیا وہ دنیا میں سب سے کم نہیں ہے۔ اس پر یہ میرے ساتھ بات کریں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات تو بعد میں کریں گے۔ پہلے آپ facts and figures پر بات کریں جو انہیں معلوم ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کیا سابقہ سالوں سے زیادہ پیداوار ہوئی ہے یا نہیں؟ بلکہ آپ لودھی صاحب کو مبارکباد پیش کریں کہ انہوں نے زراعت میں کیا کچھ نہیں کیا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ زراعت کو اس موجودہ حکومت کی طرف سے ignore کرنے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے لودھی صاحب کو وزیر زراعت بنایا ہوا ہے۔ آپ دیکھیں میں یہ نہیں کہتا کہ لودھی صاحب جو ہیں۔۔۔

وزیر زراعت: جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ۔۔۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میری بات پوری ہو لینے دیں۔

وزیر زراعت: جناب والا! اگر انہوں نے ایسی بات کرنی ہے یا تقریر کرنی ہے یا نکتہ چینی کرنی ہے۔ میں تو راجہ صاحب سے بھی یہ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ بات ہو جائے اور اس پر یہ فیصلہ ہونا چاہئے کہ ہم نے جمہوریت کی خدمت کی ہے یا آپ نے کی ہے ہم آپ کو بتانے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ facts and figures کی بات ہے آپ مجھے بتائیں کہ ایک کروڑ 12 لاکھ bails پاکستان کی جو figure ہے۔ یہ اسی حکومت کا کارنامہ ہے اگر ایک کروڑ 72 لاکھ ٹن کی بات ہے تو اسی گورنمنٹ کا کارنامہ ہے اور اگر گندم فی ایکڑ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اور خصوصاً آپ کی کاوشوں سے ہوا ہے۔

وزیر زراعت: جناب والا! ان کو پھر میری یہ بات ٹھیک نہیں لگے گی۔ میں تو یہ کہتا ہوں اس کا credit صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان اور اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو جاتا ہے کہ آج ہماری زراعت fly کر رہی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: اس کے علاوہ credit also goes to Arshad Lodhi Sahib.

(نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ لودھی صاحب ویسے ہی بات کو گھما پھرا کر اس طرف لے گئے ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ لودھی صاحب کا اگر زراعت سے کوئی تعلق نہیں ہے تو خدانخواستہ لودھی صاحب، بلکہ لودھی صاحب تو بڑے منجھے ہوئے سیاسی ورکر ہیں اور سیاسی طور پر جسے کہتے ہیں کہ کہانی گیر یعنی باتوں کو بڑا اچھا طریقے سے کرنے والے ہیں۔ جب یہاں پرویز صاحب کی گورنمنٹ بنی تھی تو اس وقت یہ پنجاب کے تمام ممبروں کو اسلام آباد لے گئے تھے اور وہاں پر میریٹ ہوٹل میں ٹھہرایا تھا۔ لودھی صاحب کی یہ ڈیوٹی لگی تھی کہ سب کو سنبھال کر رکھنا ہے تو اس وقت یہ سب کو اتنی تسلی دیتے تھے کہ ان کا نام تمام ایم پی ایز نے وزیر طفل تسلی رکھا ہوا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو کیا اس میں آپ بھی شامل تھے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! نہیں۔ اس میں، میں تو شامل نہیں تھا۔ (قہقہے)

لیکن ہمارے باقی colleagues شامل تھے۔ یہ بڑے منجھے ہوئے سیاسی ورکر ہیں اور یہ بڑے قابل وکیل بھی ہیں۔ جب یہ وزیر مال تھے تو پٹواریوں کے معاملات میں ان کی بڑی دسترس تھی لیکن زراعت میں ان کا کم از کم کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اب بھی ان کو کسی بیج کا پتا ہے نہ کسی کھاد کی قیمت کا پتا ہے میں کہتا ہوں کہ فی ایکڑ پیداوار کپاس میں بھی اور گندم میں بھی مشرقی پنجاب سے بھی کم ہے۔ باقی دنیا سے تو خیر کم ہی ہے۔ جن کی ہماری جیسی soil ہے اور ہمارے جیسے جن کے حالات تھے ان سے بھی کم ہے۔ اب اگر ہماری فی ایکڑ پیداوار کم ہے تو ہم نے جو ایک ارب دس کروڑ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ فی ایکڑ پیداوار کی بات کرتے ہیں تو آپ اس بات کا تناسب لگا لیں کہ پاکستان میں پچھلے سالوں میں فی ایکڑ پیداوار کیا تھی اور ان کے آنے کے بعد کتنی ہے۔ پھر ان کی کارکردگی کو judge کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! اس میں بھی اضافہ نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پاکستان میں ان کی وجہ سے تناسب بڑھا ہے آپ اس کو دیکھیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! لودھی صاحب کی وجہ سے کوئی تناسب نہیں بڑھا اس کا بھی بے شک یہ حساب لگا لیں ان کی وجہ سے نہیں بڑھا۔

وزیر زراعت: جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ اپوزیشن والے رانا صاحب کو full-fledged اپوزیشن لیڈر نہیں بنا رہے۔ کیونکہ ان کا کام ایسی گفتگو کرنا ہے جو ہر آدمی کو touch کرے گی۔ انہوں نے بڑی کوشش کی ہے ہمارے ساتھ بھی انہوں نے لیڈر بننے کی بڑی کوشش کی لیکن unfortunately یہ لیڈر نہیں بن سکے۔(نعرہ ہائے تحسین)

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ مجھے نہیں پتا کہ ان کے ساتھ کوشش کر کے میں نے کس چیز کا لیڈر بننا تھا۔ بہر حال یہ زراعت کی بد قسمتی ہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ لودھی صاحب کی جو صلاحیتیں ہیں ان سے موجودہ حکومت بہتر طور پر استفادہ نہیں اٹھا رہی۔ لودھی صاحب سیاسی معاملات کے بڑے ماہر ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جنرل مشرف صاحب نے اپنی کتاب میں جو ذکر کیا ہے کہ (ق) لیگ میں نے بنائی ہے اور یہ میرے ایک دوست کا آئیڈیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ (ق) لیگ بنانے میں جتنی لودھی صاحب کی محنت ہے کسی کی بھی نہیں ہے۔ یہ پورے پنجاب میں انہوں نے اس وقت ہر آدمی کو کہانی ڈالی تھی۔۔۔

وزیر تحفظ ماحولیات: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا موضوع تو کچھ اور تھا لیکن یہ لودھی صاحب پر ہی بات کر رہے ہیں۔ یہ اس بات کی وضاحت کریں کہ آج کا subject لودھی صاحب نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ (ق) لیگ کی بات کر رہے ہیں اور آپ پیپرِیاٹ سے اٹھ کر بات کر رہے ہیں۔(قہقہے)

جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! پیپریاٹ کی بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیپریاٹ کے ضمیر کو جگانے میں بھی شاید لودھی صاحب کا کوئی حصہ ہے۔ جو کسان ہے اس کا problem یہ ہے کہ اسے ٹیوب ویل چلانے کے لئے سستا ڈیزل چاہئے، اسے بجلی کم نرخوں پر چاہئے اور بیج جو ہے وہ مفت چاہئے۔ یہ کہتے ہیں کہ کم قیمت پر لیکن میں کہتا ہوں کہ اسے بیج مفت چاہئے۔ اسے کھاد بھی subsidized rate پر چاہئے بلکہ آدھی قیمت پر چاہئے میں تو یہ کہوں گا کہ اس سے بھی کم قیمت پر چاہئے اور اس

تمام پیداواری عمل کو بڑھانے کے لئے میری یہ گزارش ہے یا میری یہ تجویز ہے کہ کسان کو interest free loan ہونا چاہئے۔ یعنی اس کے loan کی duration نو مہینے یا سال سے زیادہ نہیں ہوتی اس لئے میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کو interest free loan ہونا چاہئے اور اس کا loan سولہ سترہ فیصد کی شرح سے نہیں ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! اس دفعہ انہوں نے ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ کے اوپر صرف ایک ارب دس کروڑ روپے خرچ کرنے ہیں۔ اس میں انہوں نے 13 ہزار اساتذہ کی ٹریننگ رکھی ہوئی ہے اس میں 200 بلڈوزروں کی procurement ہے اور یہ کچھ کھالے پکے کروا رہے ہیں اور کچھ لیزر لینڈ لیولنگ سیٹ خرید رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا پیپر میرے سامنے ہے اور یہ میں نے اپنے طور پر بھی نہیں بنایا۔ اس کے علاوہ کہیں پر اگر ذکر ہو کہ کسان کے سود کی معافی کے لئے کوئی فنڈ رکھا ہو، بجلی سستی کے لئے انہوں نے کوئی فنڈ رکھا ہو، ڈیزل کے لئے کوئی فنڈ رکھا ہو یا کسان کو کھاد میں سبسڈی دینے کے لئے کوئی فنڈ رکھا ہو۔ کسی طرح کا کوئی معاملہ جو ہے اس میں نہیں رکھا ہوا۔ جبکہ ان کا جو بجٹ ہے اس میں جو Provincial Consolidated Fund ہے اس کو 385۔ارب روپے کے قریب انہوں نے calculate کیا ہے اور اس میں سے 66 فیصد انہوں نے فیڈریشن سے لیا ہے اور تقریباً جو 72۔ارب روپے ہیں وہ انہوں نے اپنے sources سے لئے ہیں۔ اب اپنے sources سے انہوں نے جو 72۔ارب روپے لئے ہیں اس میں سے آپ یہ دیکھ لیں کہ ان کو ایگریکلچر کیا دے رہا ہے۔ ایگریکلچر سے انہیں ایک ارب 49 کروڑ روپے صرف زرعی انکم ٹیکس سے ملتا ہے۔ یعنی آپ ذہن میں رکھیں کہ ایک ارب دس کروڑ روپے یہ ایگریکلچر کی ڈویلپمنٹ پر خرچ کر رہے ہیں اور ایک ارب 49 کروڑ روپے انکم ٹیکس میں لے رہے ہیں اور اس کے بعد لینڈ ریونیو میں یہ 4۔ارب 46 لاکھ روپے وصول کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے miscellaneous receipts جو ہیں ان میں receipt from experimental farms ہیں۔ Receipts from agriculture seed farms ہیں، اسی طرح سے services receipts forest ہے اسی طرح سے آبیانہ ہے۔ یہ کوئی تقریباً 36۔ارب 21 کروڑ 83 لاکھ روپے کی رقم بنتی ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ تقریباً کوئی 42۔ارب روپے جو ہیں صوبے کی 72۔ارب روپے کی جو اپنی receipts ہیں۔ لودھی صاحب آپ کو اپنی فائل سے کچھ نہیں ملے گا یہ آپ مجھ سے لے لیں۔ یعنی آپ اگر ایک سال کے لئے یا دو سال کے لئے کر دیں کہ زراعت سے جو آپ لیتے ہیں اس کا

پچاس فیصد اس کو واپس کر دیں۔ تو میں پھر بھی کہتا ہوں کہ وہ سبز انقلاب جس کی آپ بات کر رہے ہیں وہ آ سکتا ہے۔ آج اس وقت 45-ارب روپے براہ راست ایگریکلچر سے لے رہے ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ نہیں جی ہم نے روڈز بنائی ہیں وہ بھی گاؤں کو جاتی ہیں، ہم نے bridges بنائے ہیں وہ بھی ایگریکلچر فارمز کو جاتے ہیں تو جناب! بات یہ ہے کہ آپ جو موٹر وہیکل فیس لیتے ہیں وہ بھی موٹر سائیکل گاؤں میں کسانوں کے پاس زیادہ ہیں کیونکہ 70 فیصد وہ آبادی ہے جس سے یہ ایکسائز ڈیوٹی لیتے ہیں ان میں بھی ان کا حصہ ہے، باقی آپ جتنے ٹیکسز لیتے ہیں ان میں بھی ان کا حصہ ہے۔ آپ کو فیڈرل سے جو پونے دو سو ارب روپے 66 فیصد حصہ آیا ہے جس سے آپ نے پورا بجٹ بنایا ہے اس میں بھی اس 70 فیصد آبادی کا حصہ ہے۔ اگر آپ اس طرف حصے کو ڈالیں گے تو وہ حصہ اس طرف بھی پڑ جائے گا لیکن اگر آپ براہ راست اس بات کو لیتے ہیں کہ جو آپ ایک کسان کی جیب سے لیتے ہیں، اس کی جیب سے آپ ایگریکلچر انکم ٹیکس لیتے ہیں، ان کی جیب سے آپ آبیانہ لیتے ہیں، آپ لینڈ ریونیو لیتے ہیں، اس کی جیب سے آپ forest receipt لیتے ہیں، ایگریکلچر فارم کی receipt، ایگریکلچر مشینری جو آپ لوگوں کو رینٹ پر دیتے ہیں کہ ان کی زمین پرائیویٹ طور پر لیول ہو ان سے آپ لیتے ہیں اور یہ ڈائریکٹ انکم ہے، آپ کے صوبے کا 72-ارب روپیہ جو آپ اپنے sources سے اکٹھے کر رہے ہیں اس میں سے 45-ارب روپیہ آپ براہ راست زمیندار سے لے رہے ہیں اور آپ اس کو پورا ایگریکلچر چلانے کے لئے اڑھائی ارب دے رہے ہیں۔ اس میں آپ کی ایگریکلچر یونیورسٹی بھی آتی ہے، باقی بھی آپ کے محکموں کی تنخواہیں، ان کے آفسز کے خرچے ہیں، اڑھائی ارب روپے آپ non-development side پر دیتے ہیں اور ایک ارب دس کروڑ روپیہ آپ development side پر دیتے ہیں جبکہ آپ 45-ارب روپیہ اس سائیڈ سے براہ راست لیتے ہیں اور اب آپ دیکھیں کہ اب لودھی صاحب یہ فرمائیں گے کہ یہ فلاں چیز کو نہیں دیکھ رہے، فلاں کو نہیں دیکھ رہے، اب اس میں یہ ہے کہ یہ جو بک چھپتی ہے یہ Annual Budget Statement میں تو کوئی آدمی غلط شائع نہیں کر سکتا۔ پچھلے سال 06-2005 میں ایگریکلچر کے لئے 925 ملین روپے رکھا تھا یعنی ایک بلین بھی نہیں تھا ایک ارب بھی نہیں تھا اور انہوں نے 787 ملین روپے خرچ کیا اور اس سال انہوں نے 1.1 رکھا ہے۔ اب یہ دیکھیں کہ ایگریکلچر ایک ایسا ڈیپارٹمنٹ جس کے اوپر آٹے چینی کی قیمت، گھی، گوشت اور جس کے اوپر باقی ساری چیزیں منحصر ہیں تو اس کی agriculture research improvement ہے اس کا آپ دیکھیں، اب بات

یہ ہے کہ 47 فیصد آپ کی افرادی قوت ہے 70 فیصد آبادی ہے اور 25 فیصد آپ کی جی ڈی پی کا معاملہ ہے اس کے اوپر آپ 47 page دیکھیں، Agriculture Improvement and Research اس کے اوپر انہوں نے پچھلے سال 432 ملین روپے رکھے تھے لیکن انہوں نے 186 ملین روپے خرچ کئے۔ اب مجھے لودھی صاحب بتائیں کہ کوئی اور محکمہ ہے، سی ایم سیکرٹریٹ لے لیں، باقی سارے محکمے لے لیں کسی محکمے میں آپ نے 60 فیصد کٹوتی کی ہے یعنی آپ کے پاس ایگریکلچر میں ریسرچ کرنے کے لئے کام ہی کوئی نہیں ہے۔ ریسرچ آپ وہاں پر کرتے ہی نہیں ہیں کہ پہلے تو جس جگہ پر آپ کو ریسرچ کے اوپر کم از کم 10۔ارب روپیہ رکھنا چاہئے تھا تاکہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ اتنی پیداوار ہوئی ہے۔ آپ یہ کہنے کے قابل ہوتے کہ جناب! آج ہماری فی ایکڑ پیداوار دنیا میں دوسرے، تیسرے نمبر پر ہے۔ ہم نے فلاں بیج دریافت کیا ہے، ہم نے فلاں چیز دریافت کی ہے جس کی دنیا میں مانگ ہے۔ ہم اس کو ایکسپورٹ کر رہے ہیں، ہم اس بیج کو ایکسپورٹ کر کے اتنے بلین زرمبادلہ کمانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ بات تو یہ تھی ناں، جو اگر آپ کرتے۔ آپ نے پچھلے سال 06-2005 میں 432 ملین روپے رکھا اور آپ نے خرچ کیا جو revised ہے وہ 186 ملین روپے ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ ریسرچ سٹاف کے ٹیلی فون بل ہوں گے اور ان کی تنخواہیں وغیرہ ہوں گی اور اس سال انہوں نے ریسرچ کے اوپر 831 ملین روپے رکھا ہے۔ اب یہ لائیو سٹاک دیکھ لیں کہ اس پر انہوں نے پچھلے سال 796 ملین روپے رکھا تھا اور خرچ 627 ملین روپے کیا۔ پچھلے سال 433 ملین روپے رکھا تھا اور خرچ 185 ملین روپے کیا۔ اب پھر اس کے بعد یہ کہیں کہ جناب! گوشت سو روپے سے ڈیڑھ سو روپے اور ڈیڑھ سو روپے سے اڑھائی سو ہو گیا ہے تو بات یہ ہے کہ جب آپ نے اس بجٹ میں سے کوئی چیز زمیندار کو دینی ہی نہیں ہے تو پھر کس طرح سے یہ گوشت سستا ہو جائے گا؟ بیج سے اس وقت گھی بنتا ہے آپ یہ بتائیں یہ پوری Budget statement میرے پاس ہے آپ اس کو نکال کر مجھے بتائیں کہ اس کی ریسرچ کے اوپر دنیا اربوں ڈالر خرچ کر رہی ہے اور وہ نئی ورائٹی نکالتے ہیں تو اسے ایکسپورٹ کر کے اربوں ڈالر کماتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ اس سیڈ کے رزلٹ کے اوپر ایک روپیہ بھی خرچ کر رہے ہیں، آپ اس کی پیداوار بڑھانے کے لئے زمینداروں کو کوئی incentive بھی دے رہے ہیں، اس کے اوپر آپ نے کوئی خرچ کیا ہے؟ آپ نے ایگریکلچر کی ریسرچ میں سے کوئی نئے بیج اور نئی ورائٹی کو لانے کے لئے کوئی خرچ کیا ہے؟ تو پھر آپ کس طرح سے آپ کہتے ہیں کہ ہم فی ایکڑ پیداوار بڑھائیں گے اور آٹا اور

گھی سستا ہو جائے گا، شوگر کین کی زیادہ پیداوار ہو گی اور چینی سستی ہو جائے گی، لائیو سٹاک آگے بڑھے گا اور وہ سستا ہو جائے گا۔ میں یہاں سے شروع کرتا ہوں کہ ہم نے اس ہال میں چار سال سے اپنی پروسیڈنگ جاری رکھی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ماسوائے ایک دو موقعوں کے ہمارے دو یا چار دوست اوپر جا کر بیٹھے ہوں گے ورنہ یہ ہال پوری طرح سے کام دیتا رہا ہے۔ ابھی پتا نہیں 25 سال بعد ضرورت پڑنی ہے پھر اس کے اوپر بھی ہم کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں۔ اب 90 شاہراہ قائداعظم کے اوپر بھی کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں، 8 کلب روڈ پر بھی کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں، ایک نیا سول سیکرٹریٹ بنا ہے اس کے اوپر بھی کروڑوں روپے خرچ ہوئے ہیں یعنی ہم اس چیز کے اوپر بھی کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں جس کی ضرورت 25 سال بعد پڑنی ہے۔ ہم 65۔ارب روپیہ لاہور کی رنگ روڈ کے اوپر لگا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ لاہور میں رنگ روڈ نہیں بنی چاہئے لیکن بات یہ ہے کہ رنگ روڈ دو تین سال ٹھہر کر بھی بن سکتی ہے۔ کیا رنگ روڈ سے آٹے کا بحران ختم ہو جائے گا، رنگ روڈ سے ہماری فی ایکڑ پیداوار بڑھ جائے گی یا رنگ روڈ کے بننے سے کوئی نئی ریسرچ سائنس لیبارٹری جنم لے گی اور ان کے جنم لینے سے ہمارے حالات بدل جائیں گے۔

وزیر زراعت: جناب سپیکر! عرض یہ ہے کہ رانا صاحب quite irrelevant ہو رہے ہیں تو یہ رولز کی کتاب ہے، ماشاء اللہ یہاں پر آپ بھی تشریف فرما ہیں تو ان کو ذرا یہ کہہ دیں کہ جس پر بحث ہو رہی ہے اس پر تو بات کر لیں۔ اگر یہ ڈویلپمنٹ کی بات کر رہے ہیں تو موجودہ حکومت نے اس کا تو ریکارڈ قائم کر دیا جس سے خوفزدہ ہو کر کبھی یہ اسمبلیوں سے استعفوں کی بات کرتے ہیں، کبھی بھاگنے کی بات کرتے ہیں ان کو انتظار کرنا چاہئے ابھی ایک سال رہ گیا ہے انشاء اللہ پھر وہ میدان لگے گا جو اللہ تعالیٰ کرے گا وہ بہتر کرے گا تو یہ wait کریں۔ یہ ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے، رنگ روڈ بن رہی ہے تو لاہور کے لئے بن رہی ہے اگر جنوبی پنجاب کے لئے پیسہ رکھا جا رہا ہے تو لوگوں کے لئے کر رہے ہیں وہ کام لوگوں کی بھلائی کے لئے ہو رہے ہیں۔ اگر فی ایکڑ کی بات کریں تو ہماری کپاس 25 من پر چلی گئی ہے اور ہماری رائس 20 من ایکڑ پر چلی گئی ہے۔ اگر بیج کی بات کریں تو کتنے بیج ہم نے پیدا کئے ہیں جو آپ production کر رہے ہیں، یہ کس کی بات کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر! آپ ان سے kindly یہ کہیں کہ بحث ہو چکی، بجٹ پر بھی بحث ہو چکی، facts and figures پر بھی بات ہو گئی۔ ایک طرف تو کہہ رہے ہیں کہ گوشت مہنگا ہو رہا ہے

جب لائیو سٹاک کی بات کر رہے ہیں ہم نے اس کے لئے پیسہ رکھا ہے اس کو progress کر رہے ہیں تو رانا صاحب تھوڑا انتظار کریں۔ رانا صاحب کیوں بے تاب ہو رہے ہیں۔ آپ کوشش کریں، حسد نہ کریں یعنی آپ حاسد نہ بنیں بلکہ خوش ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب سپیکر! شکریہ۔ پہلے تو مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ رانا صاحب ڈیڑھ گھنٹے سے اپنی تقریر جاری کئے ہوئے ہیں اور اس سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ میں یہی سمجھتا ہوں کہ یہ ڈیڑھ گھنٹے سے بھینس کے آگے بین بجا رہے ہیں اور وہ گھنٹے کے بل اٹھ کر کان ہلا دیتی ہے اور معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جناب وزیر زراعت نے facts and figures پیش کئے ہیں کہ ہم نے اتنی گندم پیدا کی، ہم نے ایک کروڑ 12 لاکھ گانٹھ پیدا کی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ facts and figures دس سال پہلے بھی یہی تھے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ انھوں نے سات سال کے اندر کسان کو کیا دیا ہے؟ وہ تو کسانوں کی مہربانی ہے کہ انھوں نے زندہ رہنے کے لئے اس ملک کو قائم رکھنے کے لئے جناب لودھی کی پجارو کو چلانے کے لئے ان کی گالوں پر سرخیوں کو قائم رکھنے کے لئے انھوں نے محنت کی اور ملک کے لئے کمایا۔ انھوں نے کیا ان کو کھاد کم قیمت پر دی، کیا ڈیزل 21 سے 40 روپے کر کے کم قیمت پر دیا۔ انھوں نے کیا ٹریکٹر کی قیمت کم کی ہے، زراعت کی پیداوار کس لحاظ سے بڑھی ہے؟ ان سے جو کچھ ہو سکتا تھا انھوں نے زراعت کے خلاف کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لودھی صاحب میرے ساتھ کسی دیہات میں چلے جائیں تو یہ بالکل کپڑے اتار کر وہاں سے نکلیں گے۔ ان کی ہر چیز کسان نوچ لیں گے۔ یہ تو ایسے ہی باتیں کرتے ہیں۔ کسان کو کسی چیز کی کوئی رعایت نہیں دی گئی ورنہ یہ یہاں پر بتائیں کہ کس چیز کی رعایت دی گئی ہے۔ اگر یہ ایک کروڑ 12 لاکھ گانٹھ بتاتے ہیں تو میں ان سے پوچھتا ہوں آج سے دس سال پہلے کتنی گانٹھیں ہوئی تھیں، یہ مجھے آج بتائیں کہ کتنا زر مبادلہ کپاس سے کمایا ہے اور آج سے دس سال پہلے کتنا کمایا تھا، آج سے سات آٹھ سال پہلے گندم کی پیداوار کتنی ہوئی تھی اور آج کتنی ہوئی ہے۔ پہلے بھی گندم کی پیداوار بے شمار ہوتی رہی ہے۔ آج بھی گندم کی پیداوار اس لئے ہے کہ کسان کاشت کیا کرے، انھوں نے تو گندم کاشت کرنی ہی ہے۔ وہ گندم بھی کاشت کریں گے، کپاس بھی کاشت کریں گے۔ آپ یہ facts and figures درست کر لیں کہ ایک کروڑ 12 لاکھ گانٹھ پنجاب کی نہیں ہوئی یہ پورے

پاکستان کی ہے، اس میں سندھ کا اور دوسرے صوبوں کا حصہ بھی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پورے پاکستان کے اندر یا پنجاب کے اندر کسان سے لیا گیا ہے اور اسے دیا نہیں گیا ورنہ اگر یہ facts and figures کی بات کرتے ہیں تو آئیں ایوان کے اندر کمیٹی بناتے ہیں اور بتاؤ کہ انھوں نے کپاس کی پیداوار کتنی بڑھائی ہے، گندم اور کپاس کی قیمت کتنی بڑھائی اور جو چیزیں یہ کسان سے لیتے ہیں ان کی قیمت کتنی بڑھائی اور جو چیزیں یہ کسان کو دیتے ہیں جیسے ڈیزل، ٹریکٹر، کھاد اور ادویات ان کی قیمت کتنی بڑھائی ہے؟ اگر اس کا توازن کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا۔ اگر میری بات غلط ہو تو یہاں پر کمیٹی بنائیں اور اس میں ثابت کریں کہ جو چیزیں کسان کو دی جاتی ہیں۔ وہ کتنی مہنگی ہوئی ہیں اور جو کسان سے لی جاتی ہیں وہ کتنی مہنگی ہوئی ہیں تو پتا چل جائے گا کہ پانی کیا ہے اور دودھ کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کتنے سچے اور کتنے جھوٹے ہیں بلکہ جھوٹ ہی جھوٹ ہے اور سچ کی کوئی بات نہیں ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بات یہ ہے کہ آج مہنگائی پر بحث ہو رہی ہے۔ آپ نے زراعت کے بارے میں بھی بات کی ہے، رانا صاحب نے بھی بات کی ہے اور لودھی صاحب بھی زراعت کے وزیر ہیں۔ آج زراعت پر بحث نہیں ہو رہی۔ جس دن بھی زراعت پر بحث ہو گی تو لودھی صاحب اس کا مکمل جواب دیں گے اور speech wind up کریں گے اور آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے۔ فی الحال تو مہنگائی پر بات ہو رہی ہے۔ اس پر آپ بات کریں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں اپنی اس بات کی وضاحت کے بعد جس طرح محترم چودھری اصغر علی گجر صاحب نے فرمایا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لودھی صاحب نے یہ پوائنٹس نوٹ کر لئے ہیں۔ جب اس پر بحث ہو گی تو ہم انشاء اللہ اس پر بحث کے لئے ایک دن مقرر کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! آپ نے فرمایا ہے کہ لودھی صاحب نے پوائنٹس نوٹ کر لئے ہیں۔ میں آپ کو دعوے سے کہتا ہوں کہ انھوں نے ایک پوائنٹ بھی نوٹ نہیں کیا۔ ان کے پاس قلم ہی نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو آپ کو برجستہ جواب دے رہے ہیں۔ آپ ابھی بھی ان کو نہیں مانتے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر ان کو یہ نہیں پتا کہ ایک کروڑ 12 لاکھ کپاس کی گانٹھیں ہوئی ہیں، وہ صرف پنجاب کی ہیں یا پورے پاکستان کی ہیں تو اس کے بعد پھر انھوں نے نوٹس کیا لینا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: پاکستان کی کل پیداوار کتنی ہے؟

وزیر زراعت: میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ ایک کروڑ 12 لاکھ گانٹھ پنجاب کی بات میں کر رہا ہوں۔ اب بھی کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پاکستان کی کل کتنی گانٹھیں ہوئی ہیں؟

وزیر زراعت: پاکستان کی ایک کروڑ 30 لاکھ گانٹھیں ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: انھوں نے یہ غلط figure بتائی ہے۔ یہ ایک کروڑ 30 لاکھ کی figure انھوں نے بالکل اندازے سے بتائی ہے۔ جیسے انھوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ قائداعظم نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ یہاں پر فصلیں لہلہائیں۔

وزیر زراعت: یہاں پر یہ بات ثابت ہوئی تھی۔

رانا ثناء اللہ خان: کون سی بات ثابت ہوئی تھی۔

وزیر زراعت: آپ مہربانی کر کے relevant ہو جائیں۔ ہاؤس کا وقت بڑا قیمتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! جس طرح سے چودھری اصغر علی گجر صاحب نے بات کی ہے۔ اس کے بعد میرا خیال ہے کہ مجھے اور زیادہ بین نہیں بجانی چاہئے کیونکہ پہلے بھینس بین بجانے کے بعد اٹھ کر کان ہلاتی تھی۔ اب تو میں نے بجائی ہی نہیں اور انھوں نے اٹھ کر کان ہلا دیئے ہیں۔

جناب والا! میں نے جس بات پر مہنگائی کی بنیاد رکھی تھی۔ میں وہ دوبارہ چیئر کی خدمت میں عرض کر دوں کہ میری آج کی بحث کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ معاشرے میں مہنگائی کا رجحان ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری کی وجہ سے ہے۔ اس کے متعلق میں نے عرض کیا ہے کہ منافع خوری کے ناجائز رجحان اور ذخیرہ اندوزی کو روکنے کے لئے اس حکومت نے ایک legislation کی ہے۔ وہ Consumers Protection Act ہے۔ اس پر انھوں نے آج تک عملدرآمد نہیں کیا جو سسٹم پہلے چلا آ رہا تھا۔ اس کو انھوں نے devolution system میں ختم کر دیا اور نیا سسٹم replace نہیں کیا۔ یہ اب تک confusion کا شکار ہیں۔ ان کو یہ سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ ہم نے Consumers Protection Act پر عمل کرنا ہے جو وزیراعظم نے کہا ہے کہ

ہم نے مجسٹریٹ بنانے ہیں یا جن سی ایس پی افسران کو ای ڈی اواور ڈی ڈی او اوڈ واور ڈڈو بنا کر آفس میں بٹھایا ہوا ہے۔ان سے کام لینا ہے۔یہ ابھی تک یہ بری طرح سے confuse ہیں۔یہ گورنمنٹ کا قصور ہے۔ان کی گورنمنٹ کی اس confusion کی وجہ سے Writ of Law in force نہیں ہے اور اس وجہ سے ناجائز منافع خوری کا رجحان ہے۔

اس کے علاوہ میں نے عرض کیا تھا کہ پانچ چیزیں ہے۔آٹا گندم سے بنتا ہے اس کا تعلق زراعت سے ہے۔ گھی ہے جو تیل والے بیجوں سے بنتا ہے اس کا تعلق بھی زراعت سے ہے۔چینی گنے سے بنتی ہے اس کا تعلق بھی زراعت سے ہے۔دودھ اور گوشت لائیو سٹاک سے متعلق ہیں۔ میں نے یہ کہا کہ یہ پانچوں چیزیں زراعت سے متعلقہ ہیں۔اگر یہ اس طرح کے اقدامات کریں کہ جس طرح انھوں نے کہا کہ اس سال ہم 65-ارب روپیہ رنگ روڈ کو دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ فیصل آباد گئے ہیں اور وہاں پر بھی شاید چودھری صاحب نے ساڑھ سات ارب روپے کا اعلان کروایا ہے۔وہاں بھی یہ رنگ روڈ کو دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر!میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر یہ ان دو سالوں میں یہ اعلان کرتے کہ ہم اس سال 50-ارب روپے اور اس سے اگلے سال 50-ارب روپے ہم زراعت کو دے رہے ہیں۔ ان کے تمام قرضوں کو معاف کریں گے۔ان کو لائیو سٹاک فارم بنانے کے لئے پیسا دیں گے،ان کا سود معاف کریں گے اور ان فارموں کو develop کرنے کے لئے پیسے دیں گے۔ان کو بیج اور کھاد مفت دیں گے،ٹریکٹر بغیر سود کے دیں گے۔اگر اس قسم کے انقلابی اقدامات کئے جائیں تو میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ ہماری زراعت سے ہمیں انہی دو سالوں میں جن دو سالوں میں یہ سو ارب روپیہ زراعت کے اوپر خرچ کریں گے۔انہی دو سالوں میں زراعت کی پیداوار سے نا صرف اس ملک میں ہر آدمی کو آٹا، گھی،چینی،گوشت اور دودھ سستا ملے گا بلکہ اس ملک کو زر مبادلہ بھی اتنا مل جائے گا کہ اس زر مبادلہ سے یہ 65-ارب روپے کی رنگ روڈ کی بجائے یہ 130-ارب روپے کی رنگ روڈ صوبے میں بنا سکیں گے۔یہ اسی طرح کے کئی ہال بنا سکیں گے۔یہ 90 شاہراہ قائد اعظم پھر 10/10 بنالیں۔یہ 8 کلب روڈ پھر 8/8 بنالیں لیکن بات یہ ہے کہ دنیا میں تمام ملکوں نے سب سے پہلے اپنے اس basic resource پر rely کیا ہے کہ جو وہاں کا natural resource ہوتا ہے۔ہمارا natural basic زراعت پر ہے۔اگر ہم اس کو develop کرلیں گے تو اس سے باقی ہماری ہر چیز develop ہو جائے گی لیکن ہمارے حکمرانوں کا development کرنے کا فنڈز خرچ

کرنے کا طریقہ مختلف ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سڑکوں پر پیسے لگا دیئے، بلڈنگز پر لگا دیئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہاں پر نہیں لگائے لیکن ان کی سمت غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ہر چیز ہماری دسترس سے باہر ہو رہی ہے۔ اگر اس ملک کے جو غریب لوگ ہیں، اس وقت 5 کروڑ 60 لاکھ لوگ خط غربت سے نیچے جا چکے ہیں۔ اگر یہی حال رہا اور اس ملک کی 95 فیصد آبادی فاقوں کا شکار ہو گی تو پھر رنگ روڈوں کو کون استعمال کرے گا، پھر یہ محل اور گورنمنٹ ہاؤسز نہیں رہیں گے، پھر otherwise ملک تباہ ہو جائے گا۔ آپ کے سامنے Russia کی مثال ہے اس لئے میں اپنے اس دوسرے پوائنٹ کو اس عرض پر اور اس یاددہانی پر conclude کرتا ہوں کہ آپ نے زراعت کے شعبے کو ignore کیا ہے اور اس کی وجہ سے یہ بنیادی چیزیں جو عام آدمی استعمال کرتا ہے، عام آدمی کی روٹی کا جو مسئلہ ہے وہ اس وقت اتنا زیادہ گھمبیر ہو گیا ہے کہ ہر آدمی اس وقت مشکلات کا شکار ہے اور اس کی وجہ آپ کی law enforcing میں جو writ ختم ہوئی ہے جو confusion کا شکار ہے۔

دوسرا اب آپ کی ڈویلپمنٹ کی سمت پچھلے سات سالوں سے غلط ہے۔ اس ملک نے، اس قوم نے ان سات سالوں میں جہاں تک پہنچنا تھا، جہاں تک ترقی کرنی تھی وہ سات سال آپ نے ضائع کئے ہیں اور آپ نے ایک ہی چیز آزاد کی ہے [******]

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: اور (ق) لیگ اور اس کا جو جیجا جی ہے ان دونوں کے اب جانے کا وقت آ گیا ہے۔ شکریہ

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! صرف ایک منٹ چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! کیونکہ پہلے بھی کافی ٹائم ہو چکا ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہونی ہے۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر اجازت دوں گا۔ ابھی عام بحث ہو رہی ہے۔ اگلی سپیکر عظمیٰ زاہد بخاری صاحبہ ہیں۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: شکریہ۔ جناب سپیکر! کل چونکہ حکومت کی مہربانی سے ہم مہنگائی پر بحث نہیں کر پائے۔ لیکن کل چودھری اقبال صاحب نے الف لیلیٰ کی جو داستان یہاں سنائی تھی اس کو تو میں سن کر صرف یہی کہہ سکتی ہوں کہ "مر ہی نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا۔ جو صورتحال اقبال صاحب نے ہمارے سامنے رکھی اس سے تو یوں لگ رہا تھا کہ ہمارے ملک میں ہر بندے کو روٹی مل رہی ہے، ہر بندہ بہت آسانی کی زندگی گزار رہا ہے اور اس گورنمنٹ نے آسانیاں پیدا کرنے کی اخیر کر دی ہے۔ چودھری اقبال صاحب نے ایک بات یہ بھی کی کہ روٹی کپڑا اور مکان کا ہم نے صرف نعرہ نہیں لگایا تھا تو اس کے لئے میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ روٹی کپڑا مکان کا نعرہ ہر بندہ لگا بھی نہیں سکتا اس نعرے کے لئے guts ہونے ضروری ہیں، اس نعرے کے لئے اپنے اندر potential ہونا ضروری ہے اور اس نعرے کے لئے اپنے اندر loyalty ہونا ضروری ہے جو میرا خیال ہے کہ (ق) لیگ کے بس کی بات نہیں ہے۔ جہاں تک high prices کی بات ہے تو اس ملک کے اندر میں سمجھتی ہوں کہ ایک strategy بنا کر ایک پلاننگ کے تحت یہ مہنگائی پیدا کی گئی ہے۔ اس ملک میں ذرائع کی کمی ہے، ہمارے ملک میں کوئی عوام کے اندر کسی جذبے کی کمی ہے اور نہ ہی ہم کسی طرح سے کسی بھی قوم سے پیچھے ہیں۔

جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک میں اس وقت جو حالات ہیں وہ اس بات کا ان حکمرانوں کے لئے تقاضا کرتے تھے کہ ملک کے اندر روٹی اور کھانے پینے کی اشیاء کا اتنا بحران پیدا کر دیا جائے کہ لوگوں کو ان تمام چیزوں سے فرصت نہ ملے اور وہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر عوام کی توجہ نہ جا سکے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کی عوام دشمن پالیسیاں کافی obvious ہیں جیسے ہمارے وزیراعظم صاحب نے، جب پچھلے سال ٹماٹر مہنگے ہوئے تو انہوں نے کہا کہ ٹماٹر کھانا ہی بند کر دیں یہ ان کی پالیسی ہے لیکن غریب مکاؤ اور غربت مکاؤ وغیرہ ان کی پالیسی بالکل نہیں ہے۔ رمضان بازار اور اتوار بازار جو لگائے گئے ہیں، اقبال صاحب نے اپنی پوری تقریر کے اندر جو باتیں کیں اس میں کہیں بھی یہ نہیں بتایا کہ لاہور کی 70 لاکھ کی آبادی کے لئے کیا رمضان بازار یا اتوار بازار sufficient ہیں۔ اس میں روزانہ ہم دیکھتے ہیں کہ جرمانے ہوتے ہیں اور چھوٹے دکانداروں اور پرچون فروشوں کو پکڑ لیا جاتا ہے اور پھر انہی کے وزراء، ایم پی ایز اور ایم این ایز فون کر کے ان کو چھڑوا دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے واقعی یہ لگ رہا ہے کہ ہم بھینس کے آگے بین بجا رہے ہیں یعنی دلچسپی کا عالم دیکھیں کہ کتنے لوگ یہاں موجود ہیں اور جو لوگ موجود ہیں ان کی سنجیدگی کیا ہے؟ مجھے تو یہی لگ رہا ہے کہ ہم شاید یہاں پر صرف non serious بولنے آئے ہیں اور بول کر ہم چلے جائیں گے اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ کی ہر بات نوٹ کی جا رہی ہے۔ آپ بات کریں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: کس کے ساتھ بات کریں یہاں پر اگر کوئی سننے کو ہی تیار نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ بات کریں ساری بات آپ کی نوٹ ہو رہی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! جیسے میں پہلے بھی یہ کہہ چکی ہوں کہ اس ملک میں یہ تمام حالات پیدا کئے گئے ہیں۔ ہمارے ملک میں جو ایک شوگر سکینڈل سامنے آیا جسے میں بدترین شوگر سکینڈل کہوں گی۔ پہلے غریب یہ کرتا تھا کہ چائے میں چینی ڈال کر روٹی چائے کے ساتھ کھا لیا کرتا تھا لیکن اب تو انہوں نے وہ چینی بھی نہیں رہنے دی۔ اب سستا آٹا سکیم جس طرح فلاپ ہوئی ہے اس کو میڈیا نے بھی دیکھا اور عوام نے بھی دیکھا جسے میں سمجھتی ہوں کہ خود بخود وہ تمام آٹا خورد برد کر دیا گیا۔ وہ تمام کمیشن مافیا اور (ق) لیگ کے جو کرپٹ لوگ ہیں جو ان کی تنظیم کے لوگ ہیں وہی وہ آٹا بیچ کر کھا گئے، وہ آٹا کسی غریب تک نہیں پہنچ سکا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم issue کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ حکومت پاکستان نے ایک نوٹیفکیشن کرشنگ سیزن کے بارے میں جاری کیا۔ نوٹیفکیشن یہ جاری کیا گیا کہ کرشنگ سیزن یکم اکتوبر سے شروع ہو جانا چاہئے لیکن شوگر مل مالکان نے اس نوٹیفکیشن پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے مزید شوگر پر سبسڈی ڈیمانڈ کر دی ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں اور آپ تین چار مہینے کے اندر دیکھیں گے کہ شوگر کا ایک دفعہ دوبارہ شوگر سکینڈل اٹھے گا اور ایک دفعہ دوبارہ چینی کا بحران پیدا کیا جائے گا اور پھر اس کی قیمت کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا جائے گا۔ کل چودھری اقبال صاحب نے بات کی کہ یوٹیلٹی سٹور پر 27.50 روپے کلو چینی مل رہی ہے تو میں ان کے لئے عرض کرتی ہوں کہ میں پرسوں خود یوٹیلٹی سٹور سے -/40 روپے کلو چینی لے کر آئی ہوں اور اس کی بھی ایک شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ اگر آپ دو ہزار روپے کی خریداری کریں گے تو آپ کو پانچ کلو چینی ملے گی۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جس غریب کے پاس دو ہزار روپیہ شاپنگ

کرنے کے لئے ہے تو پھر اس کو آپ سے سستے داموں چینی لینے کی کیا ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! جہاں تک پٹرولیم کی قیمتوں کا تعلق ہے جیسے رانا صاحب نے بھی پہلے کہا کہ پوری دنیا میں پٹرولیم کی قیمتیں کم ہو گئی ہیں لیکن واحد یہ ملک ہے کہ بڑھانے کو بہت جلدی بڑھاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ چونکہ عالمی منڈی میں پٹرولیم کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں اس لئے ہمیں بڑھانی پڑیں لیکن اب جب عالمی منڈی میں پٹرولیم کی قیمتیں کم ہوئی ہیں تو اب یہ گورنمنٹ کہاں پر سوئی ہوئی ہے اور کیوں کم نہیں کر رہی؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! Point of explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں محترمہ عظمیٰ بخاری صاحبہ کو disturb تو نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ بڑا مقدس ایوان ہے اس میں کچھ نہ کچھ facts بتانے چاہئیں اور ذرا سوچ سمجھ کر بیان دینا چاہئے لیکن یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ محترمہ فرما رہی ہیں کہ چالیس روپے فی کلو میں نے چینی یوٹیلٹی سٹور سے خریدی ہے اس سے سفید جھوٹ تو اور ہو نہیں سکتا کیونکہ بازار میں بھی چالیس روپے ریٹ نہیں ہے۔ یوٹیلٹی سٹور تو afford ہی نہیں کر سکتا کہ وہ چالیس یا لیس روپے کلو چینی بیچے۔ کچھ نہ کچھ صحیح حقائق بتانے چاہئیں تاکہ عوام کو گمراہ نہ کیا جا سکے۔

محترمہ کنول نسیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ کنول نسیم: میں نے یہاں اتنا بڑا جھوٹ پہلی دفعہ دیکھا اور سنا ہے کہ یہ جھوٹ پر جھوٹ بولے جا رہی ہیں، انہیں کوئی تجربہ نہیں ہے۔ یہ کہہ رہی ہیں کہ چالیس روپے کلو چینی مل رہی ہے۔ میں پرسوں شادمان کے یوٹیلٹی سٹور سے -/27 روپے کلو لے کر آئی ہوں۔ یہ کونسے یوٹیلٹی سٹور پر جاتی ہیں، مجھے ساتھ لے جائیں۔ یہ شادمان کے سستا بازار میں جائیں جہاں پر آٹا دال چینی مل رہی ہے۔ یہ اتنا جھوٹ نہ بولیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ محترمہ کنول نسیم شاہ سے زیادہ شاہ کی وفادار نہ بنیں۔ میں کیولری گراونڈ کے یوٹیلٹی سٹور میں گئی تھی اور محترمہ جس شادمان کے بازار کی بات کر رہی ہیں تو ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اسی شادمان کے بارے میں، میں نے

پریس کے اندر پوائنٹ آؤٹ کیا کہ اس شادمان بازار میں مہنگائی کی یہ حالت ہے اس کے بعد انہی کے ڈی سی او صاحب نے وہاں جا کر چھاپا مارا اور وہاں پر دکانداروں کو گرفتار کیا۔ محترمہ شاید حکومت کے نشے میں چور ہیں ان کو تو پتا ہی نہیں ہے کہ حالات کیا ہیں؟ میں نے وہاں عورتوں کو بددعائیں دیتے سنا ہے، ان لوگوں کو بددعائیں دیتے ہوئے سنا ہے۔ میرے گھر میں جو آیا ہے وہ آلو کے چھلکے اوپر سے اتار رہی تھی تو میں نے اس سے کہا کہ تم اتنا زیادہ کیوں چھیل رہی ہو تو اس نے کہا کہ میں نے گھر جا کر یہ چھلکے پکانے ہیں۔ میں [**] ایسے خزانے اور ایسے حکمرانوں پر کہ جن کی حالت یہ ہے۔ ان کو تو -/27 روپے اور چالیس روپے میں بھی چینی ایک کلو ملے گی۔ یہ ان لوگوں کی بات کریں جن کو یہ بھی نہیں ملتی، جن کے لئے یہ لمحہ بھی محال ہے۔ پتا نہیں یہ کس چیز کی بات کرتی ہیں، ان کو صرف یہاں پر شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری دکھانا فرض ہے۔ اس ایوان میں یہ حالت دیکھیں کہ یہاں پر کتنی خواتین موجود ہیں اور اس وقت مہنگائی پر بات کرنے کے لئے کتنی عورتیں اس ایوان میں موجود ہیں؟ شرم کا مقام یہ ہے کہ آج مہنگائی پر بات ہو رہی ہے۔ مہنگائی ایک عورت کا مسئلہ ہے، ایک گھر کا مسئلہ ہے اور اس وقت مہنگائی پر بات کرنے کے لئے کتنی عورتیں ہاؤس میں موجود ہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر مواصلات کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ جی، فرمائیں!

وزیر مواصلات و تعمیرات: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس تحمل کے ساتھ یہاں پر باتیں ہو رہی ہیں اور جس اچھے پیرائے میں گفتگو سنی جا رہی ہے اس ماحول کو محترمہ خراب کر رہی ہیں۔ کچھ نہ کچھ الفاظ ہوتے ہیں جو کہ اداروں کے اندر استعمال کرنے ہوتے ہیں، کوئی الفاظ کی توقیر ہوتی ہے، کوئی انداز بیان ہوتا ہے۔ یہ کیوں سمجھتی ہیں کہ جو یہ الفاظ استعمال کر رہی ہیں اس کے بعد سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ لوگ اس سے آگے بھی چل سکتے ہیں۔ یہ کوئی بات کرنے کی ہے، کسی پر لعنت بھیجنا، لعنت بھیجنے میں وقت لگتا ہے یہاں سے ابھی بھیجنا شروع کر دیں گے۔ لیکن ہماری شاید سیاسی تربیت اس قسم کی نہیں ہے۔ اس قسم کی بری سیاسی تربیت کا اظہار یہاں پر نہیں کیا جانا چاہئے۔ ان کی اگر سیاسی طور پر بری تربیت ہوئی ہے تو کم از کم گھریلو تربیت کا اظہار کریں کہ اپنا انداز بیاں بہتر کر لیں جسے لوگ سن سکیں۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب نجف عباس سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب نجف عباس سیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ رانا ظہیر صاحب نے فرمایا ہے کہ اعتدال اور تحمل میں اگر بات کی جائے تو زیادہ مناسب ہو گی جو ہماری بہن نے "لعنت" کے الفاظ کہے ہیں میں آپ سے التجاء کروں گا کہ ان کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس قسم کے تمام الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جاتا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! آپ بے شک پوری تقریر حذف کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، نہیں۔ میں آپ کی تقریر حذف نہیں کروں گا لیکن جو غیر پارلیمانی الفاظ کہے گئے ہیں ان کو حذف کیا ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! جہاں تک میری گھریلو تربیت اور کردار کی بات ہے تو مجھے اپنی گھریلو تربیت اور اپنے کردار پر فخر ہے۔ مجھے یہ پتا ہے اور مجھے یہ سکھایا گیا ہے کہ جب کسی غریب کے بچے کی سسکیاں ہوتی ہیں تو تکلیف کیا ہوتی ہے۔ مجھے یہ پتا ہے کہ میرے کردار اور تربیت میں یہ شامل ہے کہ اقتدار کے نشے میں بیٹھ کر غریبوں کی سسکیاں اور آہیں نہ بھولیں اور جس غریب کے گھر میں روٹی نہیں پکتی ظہیر صاحب کو اس کے دکھ کا کیا اندازہ ہے اور ظہیر صاحب ہمیشہ اقتدار کے مزے لوٹتے رہے ہیں۔ انہیں کیا پتا کہ غریب کے گھر میں جب روٹی نہیں پکتی تو اس کے بچوں کو جب نیند نہیں آتی تو ان کی ماں کتنا روتی ہو گی اور ان کے حالات کیا ہوں گے؟ مجھے فخر ہے کہ میرا تعلق ایک متوسط طبقے سے ہے۔ مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میں کوئی جاگیردار نہیں ہوں، مجھے فخر ہے اس بات پر کہ میری ملیں نہیں ہیں۔

وزیر بہبود آبادی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

وزیر بہبود آبادی: جناب سپیکر! میری بہن بڑے زور و شور سے اور غیر پارلیمانی الفاظ لے کر کھڑی ہوئی ہے کہ بہت مہنگائی ہے۔ انہوں نے ہی تو کہا تھا کہ روٹی کپڑا اور مکان ہم دیں گے، انہوں نے تو قبر بھی نہیں دی۔ یہ پہلے اپنے لوگوں کو روٹی کپڑا اور مکان تو مہیا کریں۔ ان کو تو گولیاں ماردی گئی تھیں کہ جنہوں نے کہا تھا کہ بھٹو صاحب! ہمیں چار چار مرلے جگہ دے دو، آپ نے اعلان کر دیا ہے

توانہوں نے کہا کہ ان کو پیچھے کمادوں میں لے جاؤ اور مار دو۔ ایک ہی وقت میں 25 گولیاں چلا کر ان کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا اور آج کس طرح سے یہ بات کرتی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر: Any how محترمہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! مجھے بڑی خوشی ہے کہ آج نسیم لودھی صاحبہ جن کا تعلق بھی میں سمجھتی ہوں کہ وہ کبھی سیاسی ورکر تھیں۔ ان کی مہربانیاں ہیں کہ آج جس جرنیل کے ساتھ یہ بیٹھی ہیں وہ بھی ایک جرنیل ہی کا ایک کارنامہ تھا کہ ذوالفقار علی بھٹو جیسے شخص کو اس شخص نے پھانسی پر لٹکا دیا۔ میں آج گارنٹی سے کہتی ہوں کہ اگر ذوالفقار علی بھٹو اس ملک میں اور پانچ سال زندہ رہتا تو یہ لوٹے پیدا ہو سکتے تھے اور نہ یہ لوٹیاں پیدا ہو سکتی تھیں اور اس ملک کی حالت کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ میں سمجھتی ہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو کی شہادت کے بعد جو حالات اس ملک میں ہیں وہ صرف ان کی شہادت کے بعد ہوئے ہیں۔ اگر ذوالفقار علی بھٹو ایٹم بم نہ بناتا تو نسیم لودھی منسٹر نہیں بن سکتی تھیں، اگر ذوالفقار علی بھٹو غریب کی بات نہ کرتا تو نسیم لودھی منسٹر نہ بنتیں، اگر ذوالفقار علی بھٹو غریبوں کو زبان نہ دیتا تو آج نسیم لودھی کو کوئی منسٹر نہ بناتا اور یہ سیاسی ورکر نہ ہوتی۔

جناب سپیکر! مجھے شرم آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ آج ہم مہنگائی پر بات کر رہے ہیں تو مجھے فخر ہے، مجھے خوشی ہوئی کہ آج مہنگائی پر بات کرتے ہوئے مجھے اس لیڈر کو یاد کرنا پڑ رہا ہے کہ جس نے اس قوم کو اکٹھا کیا، اس نے اس ملک کی فوج کو عزت دی، جس نے اس ملک کے تقدس کو بحال کیا اور آج یہ حالت ہے کہ بین الاقوامی طور پر ہم دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ ہماری اقتصادی حالت بالکل تباہ ہو چکی ہے۔ ایک طرف کہا جاتا ہے کہ خزانہ بھر گیا، اقتصادی حالت بہت اچھی ہے اور وزیر خزانہ کی تقریر میں کہا جاتا ہے کہ آپ کو نظر نہیں آتا کہ لوگ موٹر سائیکل خرید رہے ہیں۔ مجھے ان سے یہ پوچھنا ہے کہ جس کے گھر روٹی نہیں پکتی اس کے بارے میں کب سوچو گے، جو موٹر سائیکل خریدتے ہیں، جو ریفریجریٹر خریدتے ہیں وہ اس ملک کے کتنے فیصد ہیں اور اس ملک کے لوگ جن کو خودکشیاں کرنے کا جو ہمارے ملک میں رجحان پیدا ہوا۔ اب پھر آپ دیکھیں گے کہ عید کے قریب ہمیشہ یہ خبریں آتی ہیں کہ باپ بچوں کو کپڑے نہیں دلا سکا یا عید کی شاپنگ نہیں کروا سکا، مینار پاکستان سے خودکشی کر لی۔ بجائے اس کے کہ خودکشیاں روکنے کا کوئی علاج کیا جاتا، بے روزگاری کم کرنے کے لئے کچھ کام کیا جاتا انہوں نے یہ کیا کہ مینار پاکستان پر جالیاں لگوا دی گئی ہیں۔ یہ ہمارے

حکمرانوں کی پالیسیاں ہیں کہ ملک غربت اور بے روزگاری کو ختم کیسے کرنا ہے۔

جناب سپیکر! میں من حیث القوم ایک بات کرنا چاہتی ہوں کہ ہمارے ضمیر مر چکے ہیں اور یہ بات بھی طے ہے کہ خدا نے کبھی اس قوم کی حالت نہیں بدلی نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا، جب ہر بندہ منافع خوری اور ذخیرہ اندوزی رمضان کے مہینے میں بھی کرے گا تو پھر میں سمجھتی ہوں کہ وہ ایک طرح سے جائز ہے کیونکہ جب ایک غریب بندہ دیکھتا ہے کہ ملک کے تمام بڑے بڑے اداروں کو لوٹ کر کھا لیا گیا ہے، ملک کو دیوالیہ کر دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد وہ غریب اگر آلو مہنگا بیچتا ہے تو کیا غلط کرتا ہے۔ اگر اس ملک میں rule of Law ہوتا، اگر اس ملک میں ہر بڑے چھوٹے کو ایک نظر سے دیکھا جاتا تو میرا خیال ہے کہ حالات بہتر ہو سکتے تھے۔ ایک پرچون والے کو پکڑنا بہتر ہے یہ پکڑ سکتے ہیں۔ خواجہ طاہر ضیاء جس کو انہوں نے چیئرمین پرائس کنٹرول کمیٹی بنایا جو وہ ایک امیر آدمی ہے اس کو کیا تکلیف ہے اور اس کو کیا فرق پڑتا ہے کہ اگر ایک غریب کو کم قیمت میں چیزیں نہیں ملتی۔ کنزیومر کورٹس انہوں نے نہیں بنائیں، اگر یہ چاہتے تو کنزیومر کورٹس بنا سکتے تھے مگر یہ سیاسی تقریریاں کر کے بیوروکریٹس کو نوازا جا رہا ہے اور اس کے علاوہ اس ملک میں کوئی سننے والا ہے اور نہ اس حکومت کے ہوتے ہوئے غریب کی سنی جائے گی۔ میں اس دعا کے ساتھ ختم کروں گی کہ اللہ تعالیٰ ایسے حکمرانوں سے اس قوم کی جان چھڑائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اگلے مقرر چودھری جاوید حسن گجر صاحب!

چودھری جاوید حسن گجر: شکریہ۔ جناب سپیکر! آج جس موضوع پر ہمیں بحث کرنے کا موقع مل رہا ہے وہ من حیث القوم اور پنجاب کا نمائندہ ہونے کے ناتے سے صرف یہ بحث اپوزیشن کی ہی نہیں بنتی بلکہ یہ بحث ٹریژری بنچوں کا بھی حق بنتا ہے کہ وہ اس بحث میں حصہ لے۔ اس بحث کے ذریعے اس مہنگائی کو کنٹرول کریں۔ یہ کوئی بات نہیں بنتی کہ اپوزیشن باتیں کرتی جائے، criticize کرتی جائے اور حکمران اس سے آنکھیں چراتے جائیں۔ میں یہ کہتا ہوں ابھی جو نسیم لودھی صاحبہ نے غریبوں کی جو بات کی۔ آپ یہ دیکھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ ڈیفنس کا سستا بازار، شادمان کا سستا بازار کی بات کر رہی تھیں۔ یہ دیکھیں کہ جہاں رحمان پورہ ہے جہاں پر اطراف کی آبادیاں غریب ہیں وہاں پر کتنے سستے بازار لگ رہے ہیں۔ وہاں پر تو سستے بازار ہی نہیں لگ رہے ہیں۔ غریب آدمی غریب سے غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ جو یہ حکمران اپنی پالیسیاں بتا رہے ہیں، جو مہنگائی کو کنٹرول کرنے کی پالیسیاں بتائی جا رہی ہیں یہ ساری کی ساری غریب کو مارنے کی پالیسیاں ہیں، غریب کسان

کو مارنے کی پالیسیاں ہیں جو ابھی رانا صاحب کی بات پر تنقید کر رہے تھے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ رانا صاحب نے بڑی relatedبات کی ہے کہ مہنگائی جو ہوئی ہے کس بات سے ہوئی ہے اس لئے ان کو مثالیں دینا پڑیں، ان کو بجٹ پر تقریر کرنی پڑی۔ میں اپنے تمام ساتھیوں سے، اپنے تمام ممبران سے، اپنے تمام وزراء صاحبان سے اور آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے پورے پنجاب میں کمیٹیاں بنائی جائیں اور ہر ضلعی سطح پر ایم پی اے صاحبان کی کمیٹیاں بنائی جائیں اور جو لوگ ذخیرہ اندوز ہیں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اس میں انجمن تاجران کو شامل کر کے کمیٹیاں بنائی جائیں اور اس کو کنٹرول کرنے کے لئے ہول سیلرز جو بیٹھے ہوئے ہیں، کچھ دوستوں کو یہ پتا نہیں کہ کریانہ کے سلسلے میں پورا پاکستان اگر کنٹرول ہوتا ہے تو وہ صرف اور صرف سکھر سے کنٹرول ہوتا ہے۔ پورے پاکستان کا کریانہ کا سپلائرز سکھر ڈویژن میں ہے۔ وہاں پر الائچی کے سپلائرز ہیں وہ انڈیا سے سمگل کرتے ہیں اور وہاں پر بڑے بڑے کراڑ لوگ بیٹھے ہیں ان کو کنٹرول کیا جائے تاکہ دکاندار یا retailerان سے سستا خریدیں گے اور جتنا سستا خریدیں گے آگے اتنا ہی غریب آدمی کو فائدہ ہو گا۔

جناب سپیکر! میں دوسری بات یہ عرض کروں گا کہ خدارا! غیر ضروری ترقیاتی فنڈز یا غیر ضروری developmentsکو کنٹرول کریں۔

خدارا! یہ ہم تنقید اس لئے نہیں کر رہے کہ ہم اپوزیشن میں بیٹھے ہیں اور آپ ٹریژری بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ ہمارا حق ہے۔ اگر رنگ روڈ پر بات کی جاتی ہے، اگر فیصل آباد کے رنگ روڈ کی بات کی جاتی ہے، وہ بات رانا صاحب کی بالکل بات صحیح ہے۔ آج سے اس کی 25 سال بعد اس کی ضرورت ہے۔ آج یہ ضرورت تھی اگر 72۔ ارب یا 78۔ ارب روپیہ رنگ روڈز کے لئے رکھا جا رہا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اتنے پیسوں کی واپڈا کے لئے سبسڈی دی جاتی، اتنی ہی سبسڈی گیس کے لئے دی جاتی اور اتنی ہی سبسڈی پٹرول کے لئے دی جاتی تاکہ inputsسستے ہوتے اور غریب، مزدور اور کسان اس کا فائدہ اٹھاتا اور وہ outputsاتنے ہی سستے بیچتا۔

جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے 2003 کی تقریر میں یہ کہا تھا اور آج سنجیدہ حال میں بیٹھے ہوئے ہیں تو پھر سن لیں کہ یوریا فرٹیلائزر کے پروڈیوسر کو یوریا اب بھی -/140 روپے ان کے گھر میں پڑ رہی ہے۔ راجہ بشارت صاحب! یوریا -/140 روپے ان کو گھر میں پڑ رہی ہے with their profitاور ہم سے یہ -/550 یا -/600 روپے چارج کر رہے ہیں۔ اس کی طرف کوئی توجہ

نہیں دیتااس لئے توجہ نہیں دیتا کہ وہ آگے سے مارتے ہیں،ان لوگوں نے ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ وہ سارے کا سارا FFC کا بزنس ہے۔

(اس مرحلہ پر وزیر مواصلات و تعمیرات نے مقرر پر پیسٹی سائیڈ کی آواز کسی)

چودھری جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! یہ پیسٹی سائیڈ کی بات کر رہے ہیں تو پیسٹی سائیڈ پر مجھ سے زیادہ یہاں پر کون بات کر سکتا ہے۔ پیسٹی سائیڈ آپ نے جو سستا کیا ہے اس میں آپ کے مرکزی سیکرٹری نے پیسے لے کر وہاں پر اپنی پرائسز مقرر کی ہوئی ہیں اور آپ نے ہولڈ دیا ہوا ہے علی اکبر اینڈ پرائسز کو، کرنل شجاعت صاحب کو، آپ نے پنجاب کا کوآپریٹو کرنل شجاعت صاحب کو دیا ہے۔ آپ کیوں اپنے دوستوں کو ننگا کروانا چاہ رہے ہیں۔ ایسی باتیں نہ کریں۔ پیسٹی سائیڈ کی بات اپنی جگہ پر قائم ہے لیکن پیسٹی سائیڈز کو کنٹرول کرنے کے لئے اور adulteration کرنے کے لئے انہوں نے کیا کمیٹی بنائی ہوئی ہے۔ وہ جو کنٹرول کمیٹی ہے اس کے ڈائریکٹرز ان سے خود کھا رہے ہیں اور دو نمبر پیسٹی سائیڈز کی آپ نے اجازت دی ہوئی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ لودھی صاحب کا figures ایک کروڑ 12 لاکھ کا وہ بنیادی طور پر پورے پاکستان کا ہے۔ وہ پنجاب کا نہیں ہے۔ پیسٹی سائیڈز کے بارے میں میرا یہ کہنا ہے کہ آپ چائنا کی امپورٹ بند کر دیں یا کم از کم یہ تو کریں کہ CF value وہاں سے مہنگا خریدیں۔

جناب سپیکر! چائنا سے میں نے ایک دفعہ امپورٹ کی تو انہوں نے کہا کہ جی اتنے ڈالر لیں گے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر آپ نے کوالٹی لینی ہے تو اتنا ڈالر دیں اور اگر اس سے سب کوالٹی لینی ہے تو اتنے ڈالر دیں اور اگر اس سے بہت کم کوالٹی لینی ہے تو اتنے ڈالر دیں۔ چائنا نے تو ادھر شاہ عالمی کی طرح لوٹ مار بنائی ہوئی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ پیسٹی سائیڈز کا ایگریکلچر inputs میں بہت اہم کردار ہے۔ آپ اپنی توجہ فرٹیلائزر کی طرف سے نہ ہٹائیں جس کی طرف میں آپ کو لانا چاہ رہا تھا۔ آپ جنرل مشرف صاحب سے تنخواہ ضرور لیں لیکن خدارا! اپنے جڑانوالہ کے زمینداروں کے بارے سوچیں، اپنے بہاولپور ڈویژن کے لوگوں کے بارے میں سوچیں، ملتان کے زمینداروں کے بارے میں سوچیں اور ان لوگوں کے بارے میں بھی سوچیں جو 12,12 ایکڑ کے زمیندار ہیں، جو زیور بیچ کر پیسٹی سائیڈ خریدتے ہیں جو زیور بیچ کر کھادیں خریدتے ہیں، کھچی صاحب سے پوچھیں میلسی میں کیا ہو رہا ہے؟ تو خدارا! میں یہ کہتا ہوں کہ آپ جتنے inputs سستے دیں گے اتنے ہی ہم outputs آگے سستے دیں گے اور اس سے مہنگائی کنٹرول ہو گی۔

جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں دالیں اور چینی کی مہنگائی ہے تو چینی کے جتنے بھی ملز مالکان ہیں وہ تو سارے اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں، چینی کیسے سستی ہو گی؟ یہ کہتے ہیں کہ -/27 روپے کلو تو لاہور میں آپ نے غریبوں کے علاقوں میں کتنے سستے بازار لگائے ہوئے ہیں؟ سارے تو آپ نے شادمان میں لگائے ہیں وہ غریب آدمی جو رحمان پورہ کا ہے پہلے تو وہاں سے رکشہ لے گا یا ٹیکسی لے گا اور پھر شادمان پہنچے گا اور پھر وہ ڈیفنس پہنچے گا۔ شاہدرہ والے لوگوں کے لئے بھی دیکھیں کیونکہ میں وہاں پرسوں ایک فوتیدگی کے سلسلے میں گیا تو مجھے وہاں کوئی سستا بازار نظر نہیں آیا تو خدارا! آپ ہمیں موقع دیں اور میں آخر میں یہ بات کروں گا کہ حکومت کے لوگوں کو بھی، ٹریژری بنچوں کے لوگوں کو بھی اس میں حصہ لینا چاہئے کیونکہ یہ بہت اہم issue ہے۔ غریب کو مارنے کا آپ نہ سوچیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ غریبوں کے ووٹ لے کر آپ یہاں پہنچے ہیں۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ لودھی صاحب کی برادری نے انہیں کتنے ووٹ دیئے ہیں؟ راجہ بشارت صاحب کی برادری نے ان کو کتنے ووٹ دیئے ہیں؟ وہ تو ان کی ٹانگیں کھینچنے والے لوگ تھے۔ غریبوں کے ووٹ لے کر ہم لوگ یہاں پہنچے ہیں اور ان کی بات نہیں کرنے دے رہے یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

جناب سپیکر! دریشک صاحب سے پوچھیں کہ ان کی برادری نے انہیں کتنے ووٹ دیئے ہیں؟ وہ بھی غریبوں نے ووٹ دیئے ہیں۔ غریبوں نے ہمیں یہاں تک پہنچایا اور ہم یہاں بیٹھ کر غریبوں کو مارنے کی بات کر رہے ہیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

جناب والا! میں آخر میں دوبارہ ان سب بھائیوں سے حکومتی بنچوں سے بھی کہوں گا کہ خدارا! اس کو serious لیں اور اس بحث میں آپ بھی حصہ لیں اور اس پر positively سوچیں تاکہ مل بیٹھ کر کمیٹیاں بنا کر مہنگائی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کریں۔ خدا حافظ

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری زاہد پرویز صاحب!

چوہدری زاہد پرویز: شکریہ۔ جناب سپیکر! رمضان شریف شروع ہونے سے پہلے میں نے کئی دفعہ وزیراعظم پاکستان اور وزیراعلیٰ پنجاب کے بیانات اخبارات میں پڑھے ہیں کہ مہنگائی کرنے والے ذخیرہ اندوزوں اور منافع خوروں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے گا لیکن "جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا گیا۔" جتنی دفعہ بیانات آئے ہیں لیکن مہنگائی پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ جو چیزیں غریب لوگوں کے استعمال کی ہیں، دالیں، چینی، گوشت، آٹا، پھل وغیرہ سب یکم رمضان سے ہی مہنگی ہیں۔

جناب سپیکر! دنیا میں جب بھی کہیں کوئی مذہبی تہوار آتے ہیں یا عید آتی ہے یا ان کے اپنے تہوار آتے ہیں تو وہ از خود ہی قیمتیں کم کرتے ہیں لیکن یہ بات بھی مجھے افسوس کے ساتھ کہنی پڑتی ہے کہ ہماری قوم کو یعنی تاجروں یا بیچنے والوں کو آج تک اس چیز کی تربیت ہی نہیں دی گئی۔ جب ہمارے تہوار آتے ہیں بجائے ہم اپنی پروڈکٹس کو سستا کریں یہاں مہنگی کر دی جاتی ہیں۔ حکومتی اہلکار جن کی ذمہ داری اور ڈیوٹی ہے وہ ان اشیاء کو سستا کروائیں لیکن وہ ایسا نہیں نہیں کرواتے بلکہ میرا خیال ہے کہ ان سے میل ملاپ کر کے اور بھی مہنگی کر دی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر اوپن مارکیٹ کی بات کروں گا۔ اوپن مارکیٹ میں اگر لوگوں کو دالیں، چینی اور دوسری اشیاء، چینی آج بھی اوپن مارکیٹ -/40 روپے کلو گرام ملتی ہے اور دالیں آج بھی یوٹیلٹی سٹورز پر 10/15 روپے فی کلو گرام مہنگی ملتی ہے۔ یوٹیلٹی سٹورز کی تعداد ملک میں محدود ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک کی 70/80 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے اور دیہاتوں میں کہاں یوٹیلٹی سٹورز ہیں؟ وہاں تو لوگوں کو شہر سے بھی دو چار روپے فی کلو گرام چیزیں مہنگی ملتی ہیں۔ اس پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ روزمرہ ضروریات اور کھانے پینے کی چیزیں بھی مہنگی ہیں اور یہ سب خالی خولی باتیں ہیں کہ ہم نے سستی کروائی ہیں لیکن سستی کوئی نہیں ہوئیں۔ یوٹیلٹی سٹورز کی بات لیں تو وہاں پر لمبی لمبی قطاریں لگی ہوتی ہیں۔ یوٹیلٹی سٹورز سے اگر کسی نے پانچ کلو گرام چینی خریدنی ہے تو اس کو کہا جاتا ہے کہ -/200 روپے کی اور بھی خریداری کرو۔ وہاں خریداری کے لئے جانے والے آدمی کی ساری دیہاڑی ضائع ہو جاتی ہے اور وہ یوٹیلٹی سٹورز سارے ملک کے لوگوں کی ضروریات زندگی پورے نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر! وزیر زراعت بیٹھے ہیں تو میں اب اس طرف آؤں گا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میرا تعلق بھی تھوڑا سا کاشتکاری سے ہے۔ ہمارے کسانوں کو educate نہیں کیا جاتا کہ انہیں کتنے رقبے پر کون کون سی فصل یعنی گندم، سبزی، آلو، پیاز یا دیگر فصل اور سبزیاں اگانی چاہئیں۔ ایک سال جب آلو کی قیمت زیادہ ہوتی ہے تو سارے لوگ آلو ہی لگا دیتے ہیں اور اس سال اس فصل کی قیمت 5/10 روپے فی کلو گرام ہوتی ہے اور اس کے بعد کوئی نہیں لگاتا تو پھر اگلے سال -/40 روپے فی کلو گرام ہو جاتی ہے لہذا اس کے لئے اپنے کسانوں کو educate کرنا چاہئے کہ کتنے رقبے پر کتنی فصل کاشت ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر! دوسری ایک ضروری اور اہم بات حکومت کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے شہروں کے نزدیک زمینوں پر بہت اچھی سبزیاں پیدا ہوا کرتی تھیں، وہ تقریباً تمام شہروں کے ارد گرد زمینیں آبادی کی شکل اختیار کر گئی ہیں اور لوگوں نے بڑی بڑی اور 100,100 ایکڑ پر کالونیاں بنالی ہیں اور وہ فضول پڑی ہیں اور وہاں پر آبادی بھی نہیں ہوتی even ہماری سونا اگلنے والی زمینوں پر اب مکان تو بنے نہیں ہیں اور خالی بنجر شکل اختیار کر چکی ہیں اس لئے اس پر بھی حکومت کو کچھ سوچنا چاہئے کہ بے جا زمینیں خرید کر لوگ بہت زیادہ قیمتیں بڑھا رہے ہیں اور ہماری زمینوں سے پیدا ہونے والی کھانے کی سبزیاں اور فصلیں جن میں چاول، گندم کے لئے رقبہ اب تنگ ہوتا جا رہا ہے لہذا اس پر بھی حکومت کو دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میں یہی کہوں گا کہ چیزیں سستی کرنے میں حکومت کا اتنا کنٹرول نہیں ہے کہ پنجاب میں یا پاکستان میں چیزیں سستی ہونی چاہئیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شکریہ، تشریف رکھیں۔ اگلے ہیں۔ سمیع اللہ خان صاحب!

جناب سمیع اللہ خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے خیال میں پاکستان کی تاریخ میں موجودہ حکومت نے خصوصاً جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں جہاں اور بہت سارے ریکارڈ بنے ہیں ایک ریکارڈ یہ بھی ہے جو عوام کے نقطہ نظر سے ہے کہ پاکستان کی تاریخ کے کسی بھی سیاسی یا غیر سیاسی دور میں مہنگائی اتنی زیادہ نہیں بڑھی ہے جتنی اس دور میں بڑھی ہے۔ میرا خیال ہے کوئی بھی حکومت ہو تین طرح کے مختلف بیریئرز لگا کر مہنگائی کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اس میں پہلا مرحلہ جس کی نشاندہی بڑی تفصیل کے ساتھ اور جو بنیاد ہے مہنگائی کی اس حوالے سے اس کو ختم کرنے کے دو شعبے بنتے ہیں۔ پہلا پنجاب کے حوالے سے زراعت اور دوسرا پٹرولیم کی مصنوعات ہے۔ اگر ان دونوں کے حوالے سے مناسب اقدامات کئے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ پہلا بیریئر ایسا لگ سکتا ہے کہ جس سے مہنگائی کنٹرول ہو۔ زراعت کے حوالے سے موجودہ حکومت نے جو اقدامات کئے ہیں اس پر بڑی تفصیلات کے ساتھ اس ایوان میں بحث ہو چکی ہے۔ دوسرا پٹرولیم ہے میں اس پر آپ کی خصوصی توجہ چاہوں گا کہ OGRA نے جو آخری پٹرول کی قیمتیں متعین کیں، کہا جاتا ہے کہ OGRA انٹرنیشنل مارکیٹ میں جو پٹرولیم کی قیمتیں ہوتی ہیں ان کو مدنظر رکھ کر مقرر کرتا ہے تو OGRA نے جو آخری پٹرول کی قیمت مقرر کی اس وقت انٹرنیشنل مارکیٹ میں پٹرول کی قیمت 75 ڈالر فی بیرل تھی اور اس کو انہوں نے پاکستان میں -/58 روپے فی لٹر قیمت کا تعین کیا اس

کے بعد موجودہ حکومت نے پٹرولیم پروڈکٹس کی قیمتیں مقرر نہیں کیں۔ میرے پاس جو آج کی latest figure ہے کہ جب 75ڈالر فی بیرل انٹرنیشنل مارکیٹ میں پٹرول کی قیمت تھی اس وقت انہوں نے پاکستان میں -/58روپے مقرر کی آج انٹرنیشنل مارکیٹ میں پٹرول کی قیمت 57ڈالر فی بیرل ہے۔

جناب سپیکر! اگر آج یہ انٹرنیشنل مارکیٹ میں جو پٹرول کی قیمت ہے اس کو سامنے رکھ کر پچھلے فارمولے کے تحت کریں تو اس کی قیمت -/43روپے فی لٹر پٹرول پاکستان کے عوام کو ملنا چاہئے لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج یہ OGRA کی طرف سے سٹیٹمنٹ آئی ہے کہ یہ جو عوام کو ریلیف تقریباً -/14روپے فی لٹر بنتا ہے اس میں کمی آسکتی ہے یعنی -/58روپے سے -/43روپے پر جا سکتا ہے یہ جو سات سال سے کہتے رہے ہیں کہ ہم انٹرنیشنل مارکیٹ سے connect کر رہے ہیں۔ میرا سوال ہے کہ آج حکومت انٹرنیشنل مارکیٹ کے ساتھ connect کر کے کیوں پٹرول کی قیمت کا تعین نہیں کرتی اور آج حکومت نے اس پر بالکل جواب دے دیا ہے کہ ہم پٹرول کی اس قیمت کو کم نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! زراعت کی کارکردگی آج آپ کے سامنے اس ایوان میں آگئی ہے پٹرولیم مصنوعات کے حوالے سے میں سمجھتا ہوں کہ جس ڈھٹائی کے ساتھ اور عوام دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے جس طرح سے حکومت نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ جناب ہم پٹرولیم کی قیمت کو کم نہیں کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ پہلا بیریئر جو حکومت کو لگانا چاہئے تھا اس کو حکومت نے خود مضبوط کیا جس سے مہنگائی نے جنم لیا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا بیریئر ہم سمجھتے ہیں کہ اگر دونوں اقدامات ناکام ہو جائیں تو پھر دوسرا میدان اس ملک کے بااثر طبقات کے لئے کھلا ہوتا ہے وہ ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری ہوتا ہے۔ اب اس میدان میں حکومت کی writ کا مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ کتنی بااختیار ہے اور وہ کس طرح سے ذخیرہ اندوزوں اور ناجائز منافع خوروں کو اپنی گرفت میں لیتی ہے اور ان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ اس ملک کا قانون حرکت میں آسکتا ہے۔ آہنی ہاتھ جو ہیں جو ہمیشہ ہر صوبے کا لاء منسٹر اور ہر ملک کا وزیراعظم کہتا ہے کہ ہم آہنی ہاتھوں کے ساتھ نپٹیں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سیاسی جماعتوں کے کارکنوں کے ساتھ آپ بہت اچھے طریقے سے آہنی ہاتھوں سے نپٹتے ہیں لیکن اس ملک کے جو ذخیرہ اندوز ہیں اور خصوصاً وہ ذخیرہ اندوز جو بڑے مگرمچھ ہیں ان کے خلاف یہ آہنی ہاتھ کبھی اس ملک

میں ہم نے حرکت میں آتے نہیں دیکھے۔

جناب سپیکر! آج میں یہ بات سیاسی انداز میں نہیں رکھوں گا آج اگر کاچھو پورے کا اللہ دتہ ذخیرہ اندوزی کرے تو وزیراعظم کی طرف سے مقرر کردہ مجسٹریٹ وہاں جاتا ہے اس کو جرمانہ بھی کرتا ہے اور اس کو تھانے میں بھی بند کرتا ہے لیکن اس ملک کا اگر کوئی [*****]

MR. DEPUTY SPEAKER: I expunge this from record.

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جب وہ ذخیرہ اندوزی کرے اس وقت اس ملک کے حکمرانوں کے آہنی ہاتھ حرکت میں نہیں آتے اس ملک میں آہنی ہاتھ صرف اللہ دتہ اور معراج دین کے لئے حرکت میں آتے ہیں جو اس ملک کے پسماندہ ایریا میں بستے ہیں اور جن کی دکانوں میں جاکر مجسٹریٹ چھاپے مار کر ان کو تھانوں میں بند کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! اگر اس طرح آپ قانون کی عملداری کریں گے تو پھر ہم سمجھتے ہیں کہ مہنگائی کبھی نہیں رک سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں یہ وہی وتیرہ ہے کہ جب کوئی موٹر سائیکل پر اشارہ توڑ دے تو اس کا چالان کیا جاتا ہے لیکن جو اس ملک کی سب سے بڑی قانون کی کتاب آئین کو توڑ دے اس کو سلوٹ کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! چھوٹے چھوٹے دکاندار جو دس ہزار بیس ہزار کا سامان رکھ کر بیٹھتا ہے اس کے چالان دھڑا دھڑ لیکن جو شوگر ملز کے، ہم تو کہتے ہیں کہ شوگر ملوں کے حوالے سے بار بار ہاؤس میں آیا ہے اس کے لئے ایک دن رکھیں ہم چاہتے ہیں کہ شوگر ملوں کا بھی موقف سنیں کہ کس طرح سے، اور میرا دوسرا سوال ہے کہ یہاں ایک فورم پر کہا گیا حکومت پنجاب کے وزیر نے کہا کہ ہم نے شوگر ملوں کے مالکان کا موقف سنا ہے ان کو تو بڑا نقصان ہوا ہے وہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا میں کہتا ہوں کہ میں نے یہاں جن سیاسی قائدین کے نام لئے ہیں وہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر یہ حلف دے سکتے ہیں کہ موجودہ سیزن جو شوگر کا لگا ہے جس میں اٹھارہ روپے اور بیس روپے سے چینی بڑھ کر -/43 روپے اس ملک میں بکی ہے وہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اس شوگر سکینڈل کے حوالے سے ان کو نقصان ہوا ہے اس پورے عرصے میں انہوں نے کوئی منافع نہیں کمایا ان کی ملیں خسارے میں گئی ہیں میں یقین سے کہتا ہوں کہ موجودہ شوگر سکینڈل میں عوام نے یہ بھگتا ہے کہ

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

-/20روپے سے 43/44روپے کلو چینی خریدی ہے۔ عوام نے اس مہنگائی کا سامنا کیا ہے لیکن کوئی شوگر مل کا مالک یہ حلفاً قرآن پر ہاتھ رکھ کر نہیں کہہ سکتا کہ اس کی شوگر مل خسارے میں گئی ہے اس وجہ سے اس نے -/44روپے کلو چینی بیچی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اس طرح سے writ of the governmentاگر صرف غریبوں کے لئے ہوگی تو مہنگائی بھی ہوگی، اس ملک میں عوام مہنگائی سے تنگ آکر مینار پاکستان پر جاکر خودکشیاں بھی کریں گے اور آپ کے آہنی ہاتھ وہ صرف مینار پاکستان کی جالیوں کو اونچا کریں گے۔آپ صرف یہ اقدامات کریں گے کہ مینار پاکستان کی جالیوں کو اونچا کر دیا جائے جب پوچھا گیا کہ یہ کیوں بلند کی گئیں تو اس صوبے کے لاء منسٹر کا بیان یہ تھا۔۔۔۔۔

MR DEPUTY SPEAKER: Time is extended for further fifteen minutes..

جناب سمیع اللہ خان: تو اس صوبے کے لاء منسٹر کا بیان تھا کہ اس لئے جالی کو بلند کیا گیا تاکہ کوئی غریب خودکشی نہ کر سکے۔ پوچھا گیا کہ پٹرول کی قیمت کیوں زیادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ پٹرول کی قیمت اس لئے زیادہ ہے کہ لوگ پٹرول چھڑک کر خودکشی کرتے ہیں۔اگر حکمرانوں کا یہ وتیرہ ہوگا کہ وہ خودکشیوں کو ان اقدامات کے ذریعے روکیں گے تو پھر اس ملک کے غریبوں کا اللہ ہی حافظ ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خان صاحب! آپwind upکی کوشش کریں کیونکہ نماز جمعہ کا وقت ہو رہا ہے اور پھر منسٹر صاحب نےwind upبھی کرنا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! آخری بات یہ ہے کہ اگر آپ زراعت اور پٹرولیم کے میدان میں جو ظلم ہے اس کو نہ روک سکیں۔آپ اس ملک کے بڑے مگرمچھوں کو جو شوگر مافیا اور سیمنٹ مافیا اور دیگر شکلوں میں موجود ہیں ان کو کنٹرول نہ کر سکیں تو تیسرا شعبہ آتا ہے کہ جناب! اب یہ دونوں میدانوں میں اگر حکومت ناکام ہو جائے تو پھر وہ کرتی ہے کہ ہمارے ہاتھ کھڑے ہیں ہم ان دونوں میدانوں میں کچھ نہیں کر سکتے۔اب یہ کرتے ہیں کہ عوام کو تھوڑی سی سبسڈی دیتے ہیں کچھ مجسٹریٹ مقرر کرتے ہیںLaw Enforcing Agenciesکو حرکت میں لاتے ہیں یہ آخری ہتھیار ہوتا ہے یہ بے بسی کی آخری تصویر ہوتی ہے کہ جب آپ بنیادی اقدامات کرنے میں ناکام رہ جائیں تو موجودہ حکومت نے اس پر بھی، میں سمجھتا ہوں کہ واحد یہ میدان ہے کہ جس میں کچھ اقدامات کئے لیکن ان کی حقیقت کیا ہے وہ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ رمضان المبارک

آیا۔ وزیراعظم نے اعلان کیا کہ رمضان پیکج میں خوشخبری سنائی اور اسلام آباد کے اس آبپارہ چوک کا دورہ کیا۔ سارا الیکٹرانک میڈیا ساتھ لے کر وہ وہاں گھومے اور یہ اعلان کیا کہ ہم رمضان المبارک میں اس ملک کے غریب عوام کو 66 کروڑ روپے کی سبسڈی کی خوشخبری سناتے ہیں کہ 66 کروڑ روپے کی سبسڈی ہم دیں گے۔ اس ملک کے 15 کروڑ عوام کے اوپر اگر وہ 66 کروڑ روپے تقسیم کریں تو وہ تقریباً پانچ روپے فی کس آتا ہے اور یہاں پنجاب کے حکمرانوں نے بہت بلند و بانگ دعووں کے ذریعہ 2۔ ارب اور پندرہ، بیس کروڑ روپیہ اندازاً اعلان کیا کہ یہ سالانہ سبسڈی ہم دیں گے اور اگر وہ بارہ مہینوں پر تقسیم کریں تو وہ سترہ کروڑ روپے بنتے ہیں اور اگر پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام پر تقسیم کریں تو یہ دو روپے فی کس سبسڈی بنتی ہے۔ اس سے بڑا مذاق کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: آخری بات، یہاں سے پیچھے سے آواز آئی تھی جب لودھی صاحب اور رانا صاحب کی گفتگو چل رہی تھی چونکہ اس کا تعلق بھی براہ راست مہنگائی کے ساتھ ہے۔ رانا صاحب نے سوال کیا کہ کوئی بیج نیا نہیں آیا، کچھ نہیں آیا تو پیچھے سے آواز آئی کہ اس حکومت نے زراعت کے شعبہ میں یا اس ملک کے کسی بھی شعبہ میں کوئی کام کیا ہے یا نہیں کیا؟ کوئی بیج دریافت کیا ہے یا نہیں کیا؟ [*****]

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ Expunge this from record. Now before I give the floor to the honourable Minister میں ایم۔ ایم۔ اے کے ممبر کو صرف پانچ منٹ دوں گا کہ وہ ایک speech کر لیں۔۔۔ جی، احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت بہت شکریہ۔ گزارش یہ ہے کہ پوری دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ خاص طور پر مسلم دنیا کے اندر کہ جب رمضان المبارک آتا ہے تو ہر چیز کی قیمتیں کم ہو جاتی ہیں اور خاص طور پر میں نے مشرق وسطیٰ میں خود دیکھا ہے کہ لوگ سارا سال اپنی خریداری روک لیتے ہیں کہ جب رمضان آئے گا تو چیزیں سستی ہو جائیں گی اور اس وقت ہم خریدیں گے۔ اسی طرح یورپ میں بھی ہوتا ہے کہ کرسمس کے انتظار میں لوگ اپنی خریداری کو ملتوی کرتے رہتے ہیں کہ کرسمس آئے گی تو ہم اپنی خریداری کریں گے۔ سیل لگے گی اور واقعی یہ

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سارا کچھ وہاں بہت سستا ہو جاتا ہے۔ پھر ون تھرڈ قیمت پر چیزیں ملنا شروع ہو جاتی ہیں لیکن ہماری بد قسمتی آپ دیکھئے کہ یہاں رمضان المبارک آتا ہے تو چیزوں کے ریٹس بڑھنا ہی نہیں بلکہ وہ چیزیں ہی ناپید ہو جاتی ہیں۔ سب سے زیادہ ضرورت جن چیزوں کی ہوتی ہے، گھریلو استعمال کی اشیاء ٹماٹر، پیاز سبزیاں تک ملنا ناممکن ہو جاتا ہے اور ان کے ریٹس اتنے بڑھ جاتے ہیں کہ ایک عام آدمی کے لئے رمضان المبارک کی برکتیں اور سعادتیں سمیٹنا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کے اکاؤنٹ کو بھی maintain کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میرے محترم وزیر زراعت نے ایک موقع پر یہ فرمایا کہ مسئلہ ڈیمانڈ اور سپلائی کا ہے، یہ درست بات ہے کہ مسئلہ ڈیمانڈ اور سپلائی کا ہے لیکن حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ سپلائی کو بڑھانے کے لئے اقدامات کرے۔ میں گزشتہ دنوں شام گیا تو وہاں پورے ملک میں، میں گھومتا رہا، پورے ملک میں ٹماٹر ہر جگہ پر ایک ہی قیمت پر بہت وافر مقدار میں میسر تھا۔ محترم رانا ثناء اللہ صاحب نے بہت تفصیل کے ساتھ ریسرچ کے حوالے سے بات کی ہے، اب دنیا کے اندر ٹماٹر کے ایسے پودے تیار ہو چکے ہیں کہ جس میں ایک ایک پودے پر اڑھائی اڑھائی، تین تین ہزار ٹماٹر لگتے ہیں لیکن ہمارے ہاں چونکہ کوئی ریسرچ نہیں، کوئی ریسرچ کی appreciation نہیں اور خود اس سے پہلے ایک سوال کے جواب میں وزیر زراعت نے تسلیم کیا تھا کہ سائنسدانوں کو ریسرچ کے حوالے سے کوئی بھی مالی فائدہ نہیں دیا جاتا۔ اس طرح کے حالات ہوں گے تو کوئی ریسرچ نہیں ہو گی، سپلائی نہیں ہو گی اور اس کے نتیجے میں قیمتوں کے زیادہ ہونے سے ایک عام آدمی کی کمر ٹوٹتی چلی جا رہی ہے۔ مہنگائی بڑھتی چلی جا رہی ہے اور مہنگائی کے معاملے میں، مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے خود یہاں پر Consumer Protection Act آپ پاس کرتے ہیں اور پھر آپ خود اس پر عملدرآمد نہیں کرتے، حکومت نے خود ایک جنرل کے بھائی کو نوازنے کے لئے، اس کو خوش کرنے کے لئے، اس کا ٹور ٹیر دکھانے کے لئے پرائس کنٹرول کمیٹی کا چیئرمین بنا دیا ہے جس کو پتا ہی نہیں ہے کہ لوگوں کے مسائل کیا ہیں؟ آپ نے consumer protection کے لئے خود ایک ایکٹ بنایا ہے، اس کی عدالتوں کو موثر کیجئے۔ اس کے جو انتظامات کرنے تھے، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ لاہور کے ایک ایک بچے کو اب بھی پتا ہے کہ گوشت کے اندر پانی ملا کر فروخت کیا جا رہا ہے لیکن حکومت کی کوئی writ ہی نہیں نظر آتی کہ اس کو روکنے کے لئے کوئی کوشش کی گئی ہو، اس کو چیک کرنے کی کوئی کوشش کی گئی ہو اور لوگوں کو سستی اشیاء فراہم کرنا تو ایک طرف رہا،

میں سمجھتا ہوں کہ ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری حکومتیں خالص چیزیں بھی مہیا کرنے سے قاصر ہو چکی ہیں۔

جناب سپیکر! میں اپنی بات کو انتہائی مختصر کرتا ہوں کیونکہ جمعہ کا دن ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ pesticides کے ذریعہ سے فصلوں کو بڑھانے اور ان کی حفاظت کے لئے ایک اہم کردار ادا کیا جاتا ہے لیکن ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ پورے ملک میں pesticides کی base کا ایک بھی کارخانہ نہیں ہے جس کے ذریعہ سے زرعی ادویات کی یہاں پر کوئی base تیار ہوتی ہو۔ باہر سے base منگوا لیتے ہیں، اس میں پانی بھر کر، کوئی زیادہ بھرتا ہے، کوئی کم بھرتا ہے، کوئی تیل بھرتا ہے، کوئی اس طرح کی چیزیں بھر کر اس کو فروخت کرتے ہیں اور من مانے ریٹ لیتے ہیں۔ کوئی موثر ہوتی ہیں اور کوئی نہیں ہوتیں۔ یہاں کے حالات کے مطابق ان کی base تیار کرنا اور اس کے ذریعہ سے جب تک آپ کسان کو فائدہ نہیں پہنچائیں گے، کسان کو مضبوط نہیں کریں گے تب تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! ہم نے پنجاب بنک اس لئے نہیں بنایا تھا کہ پنجاب بنک کے افسروں کو، پنجاب بنک کو اربوں روپے کا منافع ہو، ہم نے پنجاب بنک اس لئے بنایا تھا کہ پنجاب کے اندر رہنے والے لوگوں کو اس سے سہولتیں میسر آئیں۔ پنجاب کے اندر رہنے والے کسانوں کو وہ سستے مارک اپ پر قرضے مہیا کرے، ان کو آسانی سے قرض مہیا کرے۔ پنجاب بنک کا منافع تو اربوں روپے پر پہنچ چکا ہے لیکن عام آدمی کے لئے سہولتیں دینے کے لئے تیار نہیں ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے مہنگائی کو کنٹرول کرنا ہے تو حکومت کو اپنے اخراجات کم کرنے چاہئیں۔ جن حکومتوں کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں تو وہاں مہنگائی آسمان کو چھونے لگتی ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ حکمران اپنے مشیروں کی لمبی چوڑی فوجیں رکھنے کی بجائے، وزیروں کی لمبی چوڑی فوجیں رکھنے کی بجائے اپنے اخراجات کو کم کریں تاکہ عام آدمی پر ان کا بوجھ کم سے کم پڑے۔ مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے حکومت نے جو قوانین بنائے ہوئے ہیں، گورنمنٹ کی writ جب تک آپ بحال نہیں کریں گے اس وقت تک یہ کنٹرول نہیں ہو سکے گی۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اب میں اجمل چیمہ صاحب منسٹر آف انڈسٹری سے گزارش کروں گا کہ وہ wind up کریں۔

وزیر صنعت: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں یہاں جب بیٹھا تھا تو مجھے امید تھی کہ اپوزیشن کے دوست ہماری رہنمائی کریں گے کہ مہنگائی اس وقت یقیناً اس ملک میں ہے، اس میں یہ ہماری کوئی رہنمائی کریں گے کہ ہم اس میں کیسے کمی کر سکتے ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے دوستوں نے اس موضوع پر بہت کم باتیں کی ہیں۔ بہت سی بحث جو ہوئی تھی وہ کوئی زراعت پر ہوئی تھی، کچھ بحث بجٹ پر ہوئی تھی، کچھ infrastructure to development پر ہوئی تھی۔ ہمیں جو بات کرنی چاہئے تھی یقینی طور پر وہ مہنگائی پر کرنی چاہئے تھی کہ اس ملک میں مہنگائی اس وقت کیوں ہے، اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر! جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ پچھلے ڈیڑھ دو سال میں پٹرول کی قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں، انٹرنیشنل مارکیٹ میں جیسا کہ ابھی خان صاحب نے بتایا ہے کہ پٹرول کی قیمتیں 73 ڈالر تک پہنچ گئی تھیں۔ اب تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ سے یہ سلسلہ جاری ہے کہ پٹرول کی قیمتیں کم ہو رہی ہیں۔ انشاء اللہ پٹرول کی قیمتیں کم ہو جائیں گی۔ ابھی گورنمنٹ آف پاکستان نے جو پٹرول خریدا ہوا ہے وہ ابھی ٹرانزٹ میں ہے، وہ ابھی پہنچ رہا ہے۔ جب سستا پٹرول ملک میں پہنچنا شروع ہو جائے گا تو پھر یقینی طور پر گورنمنٹ پٹرول کی قیمتیں کم کرے گی اور ابھی اخباروں میں آ بھی گیا ہے کہ فوری طور پر تین سے چار روپے تک پٹرول کی قیمتوں میں اگلی 15 تاریخ کو جو اعلان ہونا ہے اس میں کمی کی جائے گی۔

جناب سپیکر! میں یہ بات کر رہا ہوں کہ اس ملک میں مہنگائی کی اور بہت سی وجوہات ہیں۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس وقت آپ جس طرف بھی جائیں آپ کو اللہ کے فضل سے اس ملک میں لوگوں کی حالت پہلے سے بہت بہتر نظر آتی ہے۔ لوگوں میں خرید کی پاور جو ہے وہ پہلے سے بہت بہتر ہو گئی ہے۔ میں آپ کو اس کی مثالیں دیتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے پچھلے چھ سالوں سے ہماری GDP growth سات آٹھ فیصد کے قریب ہے۔ ہماری industrial growth تقریباً 14 فیصد کے قریب ہے۔ ہماری per capita income تین سو ڈالر سے بڑھ کر آٹھ سو ڈالر کے قریب چلی گئی ہے۔ ہماری exports چھ سال پہلے 10 بلین ڈالرز کی تھیں جبکہ اس سال تقریباً 18/17 بلین ڈالرز تک چلی گئی ہیں۔ ہماری جو home remittances ہیں وہ بھی بہت بڑھ گئی ہیں۔ ملک میں اس وقت پیسے کی بہت ریل پیل ہے۔ آپ گلیوں، محلوں، سڑکوں

اور بازاروں میں جا کر دیکھ لیں یقینی طور پر آپ کو اس ملک میں پہلے سے زیادہ خوشحالی نظر آئے گی۔

جناب والا! جب لوگوں کے پاس پیسا آئے گا، لوگوں کی جب قوت خرید بڑھ جائے گی تو یقینی طور پر لوگ مارکیٹ سے زیادہ چیزیں خریدنے کی کوشش کریں گے جس سے قیمتوں میں بھی لازماً اضافہ ہوگا۔ حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب نے اس کے تدارک کے لئے بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ یوٹیلٹی سٹورز پر سستی داموں، رعایتی نرخوں پر چیزیں مل رہی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس ملک میں چینی مہنگی ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں نے ذخیرہ اندوزی بھی کی ہو لیکن ایک بات بڑی واضح ہے کہ گنے کی supporting قیمت پہلے -/45 روپے من ہوتی تھی جو کہ بڑھ کر -/80 روپے من تک چلی گئی جس کی وجہ سے چینی کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ذخیرہ اندوزی نہیں کی گئی۔ کچھ لوگوں نے ایسا کیا ہے کیونکہ اس ملک میں بہت سے بُرے لوگ بھی ہیں۔ حکومت اپنی پوری کوشش کر رہی ہے کہ مہنگائی کنٹرول میں رہے۔

جناب والا! میں آپ کو بتاتا چلوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے 2-ارب 70 کروڑ روپے کی subsidy دی ہے اور یہ تقریباً 10 لاکھ خاندانوں کے لئے ہے۔ یہ 10 لاکھ خاندانوں کے لئے باقاعدہ منصوبہ بنا کر دی گئی ہے۔ یہ صرف پنجاب کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ غریب ہیں۔ اللہ کے فضل سے اس سے غریب لوگوں کو ریلیف ملا ہے اور آگے پورا سال ملتا رہے گا۔

جناب سپیکر! مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے حکومت نے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ مجسٹریسی نظام نافذ کیا گیا ہے تاکہ جو لوگ غیر ضروری طور پر منافع کما رہے ہیں انھیں کنٹرول کیا جا سکے اور قیمتوں میں توازن برقرار رکھا جا سکے۔ اس کے علاوہ پنجاب پرائس کنٹرول کمیٹی کی روزانہ میٹنگ ہوتی ہے۔ اس میٹنگ میں چودھری اقبال صاحب، میں اور کچھ دوسرے دوست شریک ہوتے ہیں۔ ہم اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ خاص commodities ہر ضلعے میں وافر مہیا ہو رہی ہیں یا نہیں۔ جیسا کہ دالیں، چاول، چینی، گھی، دودھ وغیرہ یہ کل تقریباً 25 اشیاء ہیں جن کی سپلائی کی پوزیشن روزانہ کی بنیاد پر دیکھی جاتی ہے۔ اگر ان بنیادی اشیاء کی فراہمی تمام اضلاع کو اچھی طرح اور بروقت ہوتی رہے تو یقینی طور پر قیمتیں نہیں بڑھیں گی۔ ہم نے اس کے لئے ایک میکنیزم بنایا ہے تاکہ ہر ضلع کو یہ اشیاء بروقت اور اچھے طریقے سے سپلائی کی جا سکیں۔ جب یہ چیزیں سپلائی ہو جائیں تو اس کے ساتھ ساتھ وہاں لوگوں کو بھی آگاہ کیا جائے کہ فلاں آئٹم کی قیمت یہ ہے اور آپ نے اس

سے مہنگی قیمت پر نہیں خریدنی۔ اس کے لئے ہر ضلع کی انجمن تاجران کو involved کیا گیا ہے۔ میرا تعلق سیالکوٹ سے ہے اور میں نے چھ سات میٹنگز انجمن تاجران کے ساتھ منعقد کی ہیں، انھیں یہ awareness دی ہے کہ حکومت پنجاب نے ان آئٹمز کی یہ قیمتیں مقرر کی ہیں۔ تھوک میں ان چیزوں کی قیمتیں یہ ہیں لہذا ڈیلرز اور پرچون والوں سے کہیں کہ اس سے زیادہ قیمت پر ہرگز نہ خریدیں اور نہ ہی بیچیں۔ ابھی ایک دوست نے مشورہ دیا ہے کہ ایم پی اے صاحبان کی ایک کمیٹی بنائی جانی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اچھا مشورہ ہے۔ ہمیں ایم پی ایز کی کمیٹی ضرور بنانی چاہئے۔ خواہ وہ اپوزیشن کے ممبران ہوں یا حکومتی بنچوں کے ممبران، سب کو مل کر اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ جہاں کہیں بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کر رہا ہے تو اس کی متعلقہ محکمہ جات کو نشاندہی کی جائے تاکہ اس پر کنٹرول کیا جاسکے۔ ایسی تجاویز دینی چاہئیں جس سے بہتری لائی جاسکے اور عوام کو سستی اور آسانی سے چیزیں مل سکیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ وفاقی حکومت نے بھی مہنگائی کو کنٹرول کرنے کے لئے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ ایک بہت بڑی subsidy فیڈرل گورنمنٹ نے دی ہے۔ ابھی پٹرول کی قیمتوں کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔ اگر آپ نواز شریف صاحب کے دور میں جو پٹرول کی قیمتیں تھیں ان کو دیکھیں اور جو آج پٹرول کی قیمتیں ہیں ان کے ساتھ موازنہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ جس قدر بین الاقوامی سطح پر پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اتنا حکومت پاکستان نے اضافہ نہیں کیا۔ حکومت پاکستان تقریباً ہر سال دو سے تین ارب روپے پٹرول پر subsidy دے رہی ہے۔ جس قدر International market میں پٹرول کی قیمتیں بڑھی ہیں اگر اسی رفتار سے حکومت پاکستان بھی پٹرول کی قیمتیں بڑھاتی اور subsidy نہ دیتی تو یہ مہنگائی کئی گنا زیادہ ہوتی۔ میں آخر میں آپ سب صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے مہنگائی کے بارے بات کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ Thank you very much.

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ آج کے اجلاس کا ایجنڈا مکمل ہو گیا ہے لہذا اب اجلاس بروز سوموار مورخہ 16-اکتوبر 2006 صبح 11:00 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔